مُحدِّث

بنارس

مئی وجون ۲۰۲۴ء ◆ ذوالقعدہ وذوالحجہ ۱۴۴۵ھ

تمہارے لئے اللہ کے رسول ﷺ میں بہترین اسوہ ہے ۲

حج مبرور کا بدلہ جنت ہے ۳

حج بیت اللہ کے مقاصد وفوائد ۵

منہج سلف اور اس کی ضرورت ۱۶

پختہ قبر کی شرعی حیثیت ۳۵

دارالتالیف والترجمہ، بنارس، الہند

دینی، علمی، اصلاحی اور تحقیقی ماہنامہ

مجلہ محدث بنارس

جلد: ۴۱
شمارہ: ۵-۶

ذی القعدہ، ذی الحجہ
۱۴۴۵ھ
مئی و جون
۲۰۲۴ء

اس شمارہ میں

۱-تمہارے لئے اللہ کے رسول...	عبداللہ سعود سلفی	۲
۲-حج مبرور کا بدلہ جنت ہے	ڈاکٹر عبدالحلیم بسم اللہ	۳
۳-حج بیت اللہ کے مقاصد و فوائد	مدیر	۵
۴-قربانی سے پہلے چمڑے کی رقم...	محمد مصطفیٰ کعبی ازہری	۱۰
۵-منہج سلف اور اس کی ضرورت	محمد محب اللہ المحمدی	۱۲
۶-حدیث الموتان...	عبدالعلیم سلفی	۲۵
۷-پختہ قبر کی شرعی حیثیت	محمد ہاشم تیمی	۳۵
۸-بھلا تالا کھوں لیکن...	ایم اے فاروقی	۳۸
۹-مولانا عبیداللہ طیب مکی رحمہ اللہ	فرحان سعید بنارسی	۴۶
۱۰-اخبار جامعہ	مولانا دل محمد سلفی	۵۰
۱۱-باب الفتاویٰ	مولانا نورالہدیٰ سلفی	۵۲

سرپرست
عبداللہ سعود سلفی

مدیر
محمد ایوب سلفی

معاون مدیر
اسرار احمد ندوی

مجلس مشاورت
مولانا محمد مستقیم سلفی
مولانا محمد ابوالقاسم فاروقی
مولانا صلاح الدین مقبول مدنی
مولانا محمد یونس مدنی
ڈاکٹر عبدالصبور ابوبکر مدنی

بدل اشتراک سالانہ

ہندوستان:	300	روپئے
خصوصی تعاون:	1000	روپئے
بیرون ممالک:	50	ڈالر امریکی
فی شمارہ:	30	روپئے

ترسیل زر کا پتہ ←

اشتراک کے لیے ڈرافٹ مندرجہ ذیل نام سے بنوائیں
Name: **DAR-UT-TALEEF WAT-TARJAMA**
Bank: **INDIAN BANK,** KAMACHHA, VARANASI
A/cNo.2**1044906358**
IFSC Code: IDIB000V509

Darut Taleef Wat Tarjama, B.18/1-G, Reori Talab, Varanasi - 221010

www.mohaddis.org

نوٹ: ادارہ کا مضمون نگار کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں ہے۔

درس قرآن

تمہارے لئے اللہ کے رسول ﷺ میں بہترین اسوہ ہے

عبداللہ سعود سلفی

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُولِ اللَّهِ أُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَن كَانَ يَرْجُو اللَّهَ وَالْيَوْمَ الْآخِرَ وَذَكَرَ اللَّهَ كَثِيراً. (سورۂ احزاب:۲۱) یقیناً تمہارے لئے رسول اللہ (ﷺ) میں بہترا سوہ ہے، ہراس شخص کے لئے جو اللہ اور یوم آخرت کی (کامیابی کی) امید رکھتا ہے اور بکثرت اللہ کو یاد کرتا ہے۔

یہ خطاب ان صحابۂ کرام سے ہے جنہوں نے حضرت محمد ﷺ کو اللہ کا رسول تسلیم کیا۔ آپ کو اپنا قائد وامام مانا اور آپ علیہ الصلاۃ والسلام کی تابعداری اور پیروی کی۔ دنیا وآخرت کی کامیابی سے ہمکنار ہوئے اور دنیا کے دور دراز گوشوں تک اسوۂ رسول کو پہنچایا۔ آج بھی مسلمانوں کے لئے دنیا وآخرت کی فلاح اسی میں ہے کہ ہم رسول اللہ ﷺ کو اپنا قائد اور نمونہ سمجھتے ہوئے آپ کے نقش قدم پر چلیں۔

رسول اللہ ﷺ کی پوری زندگی ایک کھلی کتاب ہے۔ آپ علیہ الصلاۃ والسلام نے مکہ میں تیرہ سال اور مدینہ میں دس سال بحیثیت رسول اللہ کے رہے۔ زندگی کے مختلف دور میں آپ کے اخلاق عالیہ ہمارے لئے اسوہ ہیں۔ ہم سب جانتے ہیں کہ آپ اللہ کے آخری رسول ہیں۔ ہماری ذمہ داری ہوتی ہے کہ ہم آپ ﷺ کے حالات زندگی اور اخلاق نبوی کا مطالعہ کریں، ان کو یاد رکھیں اور اسوۂ رسول سے سبق لیتے ہوئے اپنے حالات کا جائزہ لیں اور ان کو سدھارنے کی کوشش کریں۔ اللہ ہم سب کو اس کی توفیق بخشے، آمین۔

صحابہ جانتے تھے کہ ہم کو عزت اسلام پر عمل کرنے سے ملی ہے۔ اللہ کا کلام ان کے سامنے تھا وَلِلَّهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ (سورۂ منافقون:۸) کہ عزت اللہ کے لئے، اس کے رسول کے لئے اور مومنین کے لئے ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا تھا: إنا كنا أذل قوم فأعزنا الله بالإسلام فمهما نطلب العزة بغير ما أعزنا الله به أذلنا الله. (مستدرک حاکم:۲۰۳) ہم سب سے ذلیل قوم تھے ہم کو اللہ نے اسلام کے ذریعہ عزت عطا فرمائی، پس ہم جب جب عزت کی خواہش اس اسلام کو چھوڑ کر دوسرے ذریعہ سے کریں گے اللہ ہم کو ذلیل کردے گا۔

آج ہم مسلمانوں کی اکثریت اسوۂ رسول سے دور ہے۔ غیروں کی نقالی کر کے ذلت پر ذلت ڈھو رہی ہے۔ ہم کو اپنے مستقبل کا خیال کرتے ہوئے اپنے طرز عمل کو بدلنے کی ضرورت ہے۔ ہم تاریخ پڑھیں، سیرت کا مطالعہ کریں اور اس کی خوبیوں کو اپنائیں۔ اللہ ہم کو توفیق دے، آمین۔

☆☆☆

درس حدیث

حج مبرور کا بدلہ جنت ہے

ڈاکٹر عبدالحلیم بسم اللہ

عن أبي هريرة رضي الله عنه أن رسول الله ﷺ قال: العمرة إلى العمرة كفارة لما بينهما، والحج المبرور ليس له جزاء إلا الجنة. (صحيح البخاري: ۱۷۷۳، صحيح مسلم: ۱۳۴۹)

ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ایک عمرہ کے بعد دوسرا عمرہ دونوں کے درمیان گناہوں کا کفارہ ہے اور حج مبرور کا بدلہ جنت کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔

محترم قارئین! حج ایک عظیم الشان عبادت ہے اور دین اسلام کے ارکان میں سے ایک اہم رکن ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے مومن مستطیع بندوں پر زندگی میں صرف اور صرف ایک بار کے لئے فرض کیا ہے اور اس کی حسن ادائیگی پر عظیم اجر وثواب کا وعدہ فرمایا ہے۔ حج مالی اور جسمانی دونوں عبادتوں کو شامل ہے کیونکہ بندۂ مومن اس کے لئے اپنا مال خرچ کرتا ہے اور جسمانی محنت ومشقت بھی برداشت کرتا ہے، جیسے کہ سفر حج کے لئے کرائے کا انتظام، رہنے کے لئے ہوٹل کا انتظام، کھانے پینے کے لئے ماکولات ومشروبات کا انتظام، قربانی کے لئے جانور کا انتظام وغیرہ، اسی طرح طواف، سعی، منیٰ، مزدلفہ، عرفات میں قیام، رمی جمرات کے لئے آمدورفت وغیرہ۔

حج لغت میں قصد وارادہ کو کہتے ہیں اور شرعی اصطلاح میں اللہ سے تقرب کے لئے خانۂ کعبہ اور مشاعر مقدسہ کے قصد کرنے اور ایام حج (۸، ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳ ذوالحجہ) میں سنت رسول ﷺ کے مطابق مناسک کی ادائیگی کو حج کہتے ہیں۔ جمہور اہل علم کے نزدیک حج ۹ھ میں فرض ہوا لہٰذا آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی امارت میں ۹ھ میں حج کے لئے روانہ کیا۔ آئندہ سال یعنی ۱۰ھ میں آپ ﷺ خود حج کے لئے نکلے اور آپ ﷺ کے ساتھ صحابہ کرام کی ایک جم غفیر تھی جنہوں نے آپ کی معیت ورفاقت میں حج کا فریضہ انجام دیا۔ یہ نبی ﷺ کے مدینہ آنے کے بعد پہلا اور آخری حج تھا اسی لئے اس حج کو حجۃ الوداع یعنی آپ ﷺ کا آخری حج کہا جاتا ہے۔

دیگر عبادتوں کی طرح حج میں بھی اخلاص اولین شرط ہے لہٰذا جو شخص ریاونمود اور دکھلاوے کے لئے حج کرے گا اس کا حج غیر مقبول ہوگا اور اس پر وہ اجر کا مستحق ہرگز نہ ہوگا۔ اسی طرح حج کے اعمال کو سنت کے مطابق انجام دینا ضروری ہے اور ساتھ ہی ساتھ ان تمام شروط وقیود کو بجالانا ضروری ہے جس کی شریعت نے شرط لگائی ہے جیسے حج کے اندر فسق وفجور، لڑائی جھگڑا،

گالی گلوج، فحش گوئی اور دیگر گناہ کے کام وغیرہ سے کامل احتراز اور اس سے مکمل طور پر اجتناب کرنا، چنانچہ جس شخص نے ان شروط وقیود کی پابندی کرتے ہوئے حج کیا ایسے شخص کا حج باذن اللہ رب ذوالجلال کی بارگاہ میں مقبول ہوگا اور اس پر وہ عظیم انعام واکرام کا مستحق ہوگا جیسا کہ ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:"من حج لله فلم يرفث ولم يفسق رجع كيوم ولدته أمه. " (صحیح بخاری:۲۵۲۱،صحیح مسلم:۱۳۵۰) جس شخص نے اللہ کی رضا جوئی اور اس کی خوشنودی کے لئے حج کیا اور اس نے نہ کوئی فحش گوئی کی اور نہ ہی فسق وفجور گناہ کا کام کیا تو وہ شخص اس دن کی طرح واپس لوٹے گا جیسے اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔یعنی وہ تمام گناہوں سے پاک وصاف ہوکر کے لوٹے گا جیسے کہ نومولود بچہ جس کے نامۂ اعمال میں کوئی گناہ نہیں رہتا ہے۔

اسی طرح حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص رضی اللہ عنہما کی ایک طویل حدیث ہے جس میں آپ ﷺ سے عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ سے شرط لگائی کہ اے اللہ کے رسول میں آپ سے اسلام میں داخل ہونے سے پہلے ایک شرط لگانا چاہتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: کون سی شرط؟ تو عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں چاہتا ہوں کہ اسلام سے پہلے کے میرے سابقہ تمام گناہ معاف کردیئے جائیں تو آپ نے فرمایا:"أما علمت أن الإسلام يهدم ما كان قبله؟" (صحیح مسلم:۱۲۱) کیا تمہیں نہیں معلوم کہ اسلام اپنے سے پہلے کے تمام گناہوں کو ختم کردیتا ہے اور ہجرت اپنے سے پہلے کے تمام گناہوں کو ختم کر دیتی ہے اور حج اپنے سے پہلے کے تمام گناہوں کو ختم کردیتا ہے۔

ان تینوں حدیثوں سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہوجاتی ہے کہ حج تقرب الٰہی کا ذریعہ ہے جس پر اللہ تعالیٰ نے عظیم انعام رکھا ہے، وہ ہے گناہوں کی بخشش اور جنت میں داخلہ،لہٰذا تمام مسلمانوں کو چاہئے جو حج بیت اللہ کے لئے نکلیں وہ اپنے حج کو ہر قسم کے ریاونمود،لڑائی جھگڑے،فسق وفجور اور گناہ کے کاموں سے محفوظ رکھیں تاکہ ان کا حج حج مبرور بن جائے اور وہ رب ذوالجلال کے عظیم انعام کے مستحق بن جائیں۔

حدیث سے مستنبط مسائل:

۱- عمرہ یکے بعد دیگرے کرتے رہنا چاہئے، یہ صغیرہ گناہوں کا کفارہ ہے۔

۲- حج دین اسلام کا پانچواں رکن ہے اور ایک عظیم الشان عبادت ہے۔

۳- حج مبرور کا بدلہ دخول جنت ہے۔

۴- حج مبرور کے لئے تین بنیادی شرطیں ہیں:۱-وہ حج خالص اللہ کی خوشنودی کے لئے ہو،۲-اسے سنت رسول کے مطابق انجام دیا جائے،۳-اس حج میں فسق وفجور،فحش گوئی اور دیگر گناہ کے کاموں سے مکمل اجتناب کیا جائے۔

☆☆☆

حج بیت اللہ کے مقاصد وفوائد

مدیر

حج اسلام کا پانچواں وآخری رکن ہے۔ یہ ایک اہم دینی فریضہ ہے، اس کی ادائیگی ہر صاحب استطاعت مسلمان کے لئے واجب ہے۔ ارشاد ربانی ہے: وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلاً وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ الله غَنِيٌّ عَنِ الْعَالَمِيْن. (آل عمران: ۹۷) اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں پر جو اس کی طرف راہ پا سکتے ہوں اس گھر کا حج فرض کر دیا ہے اور جو کوئی کفر کرے تو اللہ تعالیٰ اس سے بلکہ تمام دنیا سے بے پرواہ ہے۔

حج بیت اللہ کے بے شمار فوائد وثمرات ہیں، ذیل میں قرآن وحدیث کی روشنی میں ان فوائد وثمرات کو مختصراً بیان کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

□ حج توحید باری تعالیٰ کے اظہار کا عظیم مظہر ہے۔ حج وعمرہ کی ادائیگی کرنے والا شخص احرام باندھنے کے بعد سب سے پہلے تلبیہ پکارتا ہے، تلبیہ کا جو کلمہ حدیث رسول ﷺ میں وارد ہے وہ دراصل توحید الٰہی کی شہادت اور عظمت الٰہی کے اعتراف پر مبنی کلمہ ہے۔ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں: أن تلبية رسول اللّٰه ﷺ لبيك اللهم لبيك لا شريك لك لبيك إن الحمد والنعمة لك والملك لا شريك لك. (رواه البخاري) رسول اللہ ﷺ کے تلبیہ کے الفاظ یہ تھے: حاضر ہوں اے اللہ میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں تیرا کوئی شریک نہیں میں حاضر ہوں، بے شک حمد تیرے ہی لائق ہے، ساری نعمتیں تیری ہی دی ہوئی ہیں، بادشاہی تیری ہی ہے اور تیرا کوئی شریک نہیں۔

اس کلمہ کو حجاج اپنی زبان سے ادا کر کے یہ اعتراف کرتے ہیں کہ ہم ہر قسم کے شرک سے اپنے آپ کو پاک وبری کر رہے ہیں، اے اللہ ہم تیرے سوا کسی کی بندگی کرنے کے قائل نہیں، ہم اعتراف کرتے ہیں کہ کائنات کی مکمل بادشاہی تیرے ہی ذمہ ہے اس میں تیرا کوئی شریک نہیں ہے، ہم تیری عظمت وکبریائی کا اعتراف کرتے ہیں۔ توحید کے یہ کلمے بلند آواز سے ادا کئے جاتے ہیں جس کا واضح مطلب یہ ہوتا ہے کہ ہم توحید باری تعالیٰ کا دل سے اعتراف بھی کرتے ہیں اور زبان سے اعلان واظہار بھی کرتے ہیں۔

بلاشبہ حج وعمرہ کے جتنے بھی اعمال واذکار ہیں ان سب میں توحید نمایاں ہے۔ اللہ کی عظمت اور حیرت انگیز طاقت وقدرت کا اعتراف بھی ہر چہار سو توحید کا مظہر نظر آتا ہے، ہر کلمہ توحید کا اظہار واعلان ہوتا ہے۔ حج کے موقعے سے موحدین کا ایک عظیم اجتماع ہوتا ہے، ساری دنیا کے مسلمان ایک ساتھ مل کر اپنے رب حقیقی کی عظمت کا گن گاتے ہیں، مسنون اذکار

وادعیہ اپنی زبانوں سے پڑھتے ،ادا کرتے اور اپنے رب حقیقی سے مانگتے اور خالق کائنات کے سامنے اپنا سر جھکاتے اور رجوع وانابت الی اللہ کرتے نظر آتے ہیں۔

☐ حج کے فوائد ومقاصد میں سے ایک اہم فائدہ اور بڑا مقصد حصول تقویٰ ہے۔تمام عبادتوں کا اہم مقصد حصول تقویٰ ہی ہے،تقویٰ بہت بڑی چیز ہے اور تمام عبادتوں کی روح ہے۔نماز کی ادائیگی کے وقت ایک مومن بندہ اللہ کا ڈر اور خوف ملحوظ خاطر رکھتا ہے۔روزے کی فرضیت کا مقصد بھی اللہ تعالیٰ نے حصول تقویٰ ہی قرار دیا ہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِن قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ .(البقرہ:۱۸۳)اے ایمان والوتم پر روزے رکھنا فرض قرار دیا گیا جس طرح تم سے پہلے لوگوں پر روزے فرض قرار دیئے گئے تھے تاکہ تم تقویٰ اختیار کرو۔حج کا ذکرفرماتے ہوئے اللہ تعالیٰ ارشادفرماتا ہے:الْحَجُّ أَشْهُرٌ مَّعْلُومَاتٌ فَمَن فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلاَ رَفَثَ وَلاَ فُسُوقَ وَلاَ جِدَالَ فِي الْحَجِّ وَمَا تَفْعَلُواْ مِنْ خَيْرٍ يَعْلَمْهُ اللّهُ وَتَزَوَّدُواْ فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَى وَاتَّقُونِ يَا أُوْلِي الأَلْبَابِ (البقرۃ:۱۹۷)حج کے مہینے مقرر ہیں اس لئے جو شخص ان میں حج لازم کرے وہ اپنی بیوی سے میل ملاپ کرنے ،گناہ کرنے اور لڑائی جھگڑے کرنے سے بچتا رہے،تم جو نیکی کروگے اس سے اللہ تعالیٰ باخبر ہے اور اپنے ساتھ خرچ لے لیا کرو سب سے بہتر توشہ اللہ تعالیٰ کا ڈر ہے اور اے عقلمندو مجھ سے ڈرتے رہا کرو۔

بلاشبہ حج ایک مالی اور بدنی عبادت ہے۔اس عبادت کے ادا کرنے کا حقیقی جذبہ اپنے دل میں وہی شخص پا سکتا ہے جو اللہ سے ڈرتا ہو جس کے دل میں اللہ کا خوف ہو ورنہ بہت سارے اہل ثروت بیش بہا دولت وثروت کے باوجود حج بیت اللہ کا فریضہ انجام دینے سے پوری زندگی محروم ہی رہ جاتے ہیں۔حج بیت اللہ کے سفر پر نکلتے وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کو زاد راہ اختیار کرنے کا حکم فرمارہا ہے اور یہ بھی ارشاد فرمارہا ہے کہ سب سے بہتر زادراہ تقویٰ ہے۔دراصل تقویٰ ہی سے انسان فلاح پاتا ہے،تقویٰ ہی حصول جنت کا واحد راستہ ہے،تقویٰ رضائے الٰہی کے حصول کا بھی ذریعہ ہے۔اس میں کوئی شک نہیں کہ سارے اعمال مومن بندے کو تقویٰ پر آمادہ کرتے ہیں،ان کے دلوں میں اللہ کی عظمت اور اللہ کا خوف پیدا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سورۂ حج کے اندر ارشاد فرماتا ہے:ذَلِكَ وَمَن يُعَظِّمْ شَعَائِرَ اللَّهِ فَإِنَّهَا مِن تَقْوَى الْقُلُوبِ (الحج:۳۲)اللہ کی نشانیوں کی جو عزت وحرمت کرے یہ اس کے دل کی پرہیزگاری کی وجہ سے ہے۔

شعائر اللہ کی تعظیم کو اللہ تعالیٰ نے دل کا تقویٰ قرار دیا ہے اور ظاہر ہے کہ یہ تعظیمی افعال دل کے تقویٰ کے بغیر انجام نہیں دیئے جاسکتے۔حج کے اعمال میں سے ایک عمل قربانی کرنا بھی ہے۔اس قربانی کے بارے میں اللہ تعالیٰ ارشادفرماتا ہے:لَن يَنَالَ اللَّهَ لُحُومُهَا وَلَا دِمَاؤُهَا وَلَكِن يَنَالُهُ التَّقْوَى مِنكُمْ (الحج:۳۷)اللہ تعالیٰ کو قربانیوں کے گوشت نہیں پہنچتے اور نہ ان کے خون بلکہ اسے تو تمہارے دل کا تقویٰ پہنچتا ہے۔ بلاشبہ انسان کے وہی اعمال وافعال مقبول ہوتے ہیں جو خلوص وللّٰہیت کے جذبے کے ساتھ انجام دیئے جائیں۔حج بھی وہی مقبول ہے جس میں ریا وسمعہ نہیں،جس میں شہرت طلبی کا جذبہ

نہیں، جو خالص اللہ کی رضا اور اللہ کی خوشنودی حاصل کرنے کے لئے کیا جائے۔

❑ حج اظہار بندگی کا بہترین ذریعہ ہے۔ایک مومن بندہ حج کا احرام باندھنے سے لے کر ایام تشریق کے آخری دن تک اللہ کی اطاعت وبندگی میں لگا رہتا ہے۔طواف بیت اللہ کرتے ہوئے، سعی بین الصفا والمروہ کا عمل انجام دیتے ہوئے اللہ ہی کی عظمت وبندگی کا اظہار کرتا ہے، بیت اللہ میں نماز ادا کرتے ہوئے سنن ونوافل، دعاء ومناجات کا اہتمام کرتے ہوئے کثرت ثواب کی اللہ سے امید لگائے رہتا ہے،عرفات کے میدان میں روتے گڑگڑاتے توبہ واستغفار کرتے ہوئے اللہ کے سامنے اپنے عاجزی وانکساری اور عبودیت کا اظہار کرتا ہے، اپنے گناہ بخشواتا اور مغفرت طلب کرتا ہے، کنکری مارتے ہوئے اللہ اکبر کہہ کر اللہ کی عظمت کا اظہار کرتا ہے غرضیکہ ہر وقت وہ حضوری کی کیفیت میں رہتا ہے اور اللہ سے سرگوشی ومناجات کرتا رہتا ہے، ہمہ وقت وہ اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی تعمیل میں لگا رہتا ہے۔

❑ حج ذکر الٰہی کا ذریعہ ہے۔حج کے تمام افعال واعمال میں از ابتداء تا انتہا ذکر الٰہی ہی میں مشغول رہا جاتا ہے۔ نمازیں ادا کی جاتی ہیں، دعا واذکار کے ورد کئے جاتے ہیں، ہمہ وقت زبان ذکر الٰہی سے تر رہتی ہے۔مشعر حرام کے پاس خصوصاً اللہ تعالیٰ نے ذکر الٰہی کا حکم فرمایا ہے،ارشاد ربانی ہے:فَإِذَا أَفَضْتُم مِّنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللَّهَ عِندَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدَاكُمْ وَإِن كُنتُم مِّن قَبْلِهِ لَمِنَ الضَّآلِّينَ (البقرہ:۱۹۸)جب تم عرفات سے لوٹو تو مشعر حرام کے پاس ذکر الٰہی کرو اور اس کا ذکر کرو جیسے کہ اس نے تمہیں ہدایت دی حالانکہ تم اس سے پہلے راہ بھولے ہوئے تھے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:فَإِذَا قَضَيْتُم مَّنَاسِكَكُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءكُمْ أَوْ أَشَدَّ ذِكْراً (البقرہ:۲۰۰) پھر جب تم ارکان حج ادا کر چکو تو اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو جس طرح تم اپنے باپ دادوں کا ذکر کیا کرتے تھے۔

عرب کے لوگ حج سے فراغت کے بعد منیٰ میں میلہ لگاتے اور آباء واجداد کے کارناموں کا ذکر کرتے،مسلمانوں کو کہا جارہا ہے کہ جب تم ۱۰/ذی الحجہ کو کنکریاں مارنے،قربانی کرنے،سر منڈوانے،طواف کعبہ اور سعی بین الصفا والمروہ سے فارغ ہو جاؤ تو اس کے بعد جو تین دن منیٰ میں قیام کرنا ہے تو وہاں خوب اللہ کا ذکر کرو جیسے جاہلیت میں تم اپنے آباء کا تذکرہ کیا کرتے تھے۔

❑ حج گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔حج کرنے کے بعد ایک انسان اپنے گناہوں سے پاک ہو کر واپس لوٹتا ہے۔حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: من حج هذا البيت فلم يرفث ولم يفسق رجع كما ولدته أمه. (بخاری:۱۵۲۱،مسلم:۱۳۵۰)جس نے اس گھر کا حج کیا، نہ فحش گوئی کی اور نہ گناہ کیا تو وہ گناہوں سے اس طرح پاک وصاف ہو کر لوٹے گا جس طرح وہ اس وقت تھا جس وقت اس کی ماں نے اسے جنا تھا۔

مسلم شریف کی روایت میں ہے کہ حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ جب مسلمان ہونے لگے تو نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے، کہا کہ بیعت کے لئے اپنا ہاتھ آگے بڑھائیں، جب نبی کریم ﷺ نے بیعت کے لئے اپنا ہاتھ آگے بڑھایا تو عمرو نے اپنا ہاتھ پیچھے کر لیا۔ نبی کریم ﷺ نے پوچھا: اے عمرو! کیا بات ہے؟ حضرت عمرو کہنے لگے کہ میں ایک شرط

لگانا چاہتا ہوں، رسول کریم ﷺ نے پوچھا کہ کیا شرط لگانا چاہتے ہو، تو عمرو نے کہا کہ میں یہ شرط لگانا چاہتا ہوں کہ میرے سارے گناہ معاف کردیئے جائیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: أما علمت أن الإسلام يهدم ما كان قبله، وأن الهجرة تهدم ما كان قبلها، وأن الحج يهدم ما كان قبله. (رواه مسلم: ۱۲۱) اے عمرو کیا تمہیں نہیں معلوم کہ اسلام سابقہ تمام گناہوں کو ختم دیتا ہے، ہجرت سابقہ گناہوں کو مٹا دیتی ہے اور حج بھی پچھلے تمام گناہوں کو مٹا دیتا ہے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ حج وعمرہ بار بار کرتے رہو کیونکہ یہ دونوں فقر ومحتاجی اور گناہوں کو اس طرح دور کرتے ہیں جس طرح بھٹی لوہے سونے اور چاندی کے میل کچیل کو دور کرتی ہے اور حج مبرور کا ثواب تو جنت کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ (صحیح النسائی: ۲۶۳۰)

☐ حج کے ذریعہ انسان مشکلات اور مصائب پر صبر کرنا سیکھتا ہے۔ احرام کی حالت میں حاجی ومعتمر پر کچھ ایسی چیزیں بھی ممنوع قرار دے دی جاتی ہیں جو عام حالت میں جائز ہیں۔ احرام کی حالت میں حجاج نہایت ہی صبر وسکون کا مظاہرہ کرتے ہوئے ممنوعات احرام سے دور رہتے اور اللہ کی فرمانبرداری میں لگے رہتے ہیں۔ حج کے سارے اعمال وافعال مشقت طلب ہیں، انسان ان افعال کو بحسن وخوبی ادا کرنے کے لئے اپنے آپ کو مشکلات میں ڈال دیتا ہے اور صبر کے ساتھ اطاعت الٰہی پر ڈٹا رہتا ہے۔ اس عمل سے اس کی آئندہ زندگی میں بھی صبر وبرداشت کا مادہ پیدا ہوتا ہے۔

اعمال حج انجام دیتے ہوئے کافی بھیڑ بھاڑ، گرمی کی شدت اور متنوع پریشانیوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے، اس سے آئندہ کی زندگی میں انسان کو مشکلات وپریشانیاں برداشت کرنے کا حوصلہ ملتا ہے۔ اگر حاجی کے اندر صبر وبرداشت کا مادہ نہ ہو تو حج کا سفر اس کے لئے انتہائی کٹھن ہوسکتا ہے۔

☐ حج سابقہ پیغمبروں کے حالات کی یاد دہانی بھی ہے۔ حج بیت اللہ کے بیشتر ارکان ابراہیم علیہ السلام کی یاد دہانی کراتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے کیسے اللہ کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کیا تھا۔ حضرت اسماعیل علیہ السلام کے صبر وثبات قدمی کی تذکیر، دونوں باپ بیٹے کا ابتلاء وآزمائش اور مشکلات میں ثابت قدم رہنا، حج کے امور ان ساری چیزوں کی یاد تازہ کرتے ہیں، ہر حاجی مکہ جا کر اللہ کی ربوبیت وحاکمیت کا مشاہدہ کرتا ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا کی برکت کا بھی نظارہ کرتا ہے۔ وہاں اس چیز کا بھی مشاہدہ ہوتا ہے کہ کس طرح حضرت ابراہیم علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل میں اپنی بیوی بچے کو وادی غیر ذی زرع میں چھوڑ آئے اور اللہ تعالیٰ کے اس حکم میں کیا حکمت تھی یہ چیز بھی حاجیوں کے پیش نظر رہتی ہے۔ سعی بین الصفا والمروہ کرتے ہوئے حضرت ہاجرہ کی یاد تازہ ہوتی ہے کہ کیسے انہوں نے پانی کی تلاش میں صفا ومروہ کے درمیان دوڑ لگائی اور اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت سے ایسا چشمہ جاری کردیا جو آج تک بہہ رہا ہے اور پوری دنیا اس سے سیراب ہورہی ہے۔ رمی جمار اور قربانی کرتے وقت ایک حیرت انگیز واقعہ نظروں کے سامنے گھومنے لگتا ہے کہ کیسے ایک باپ اللہ کے حکم کو بجالاتے ہوئے اپنے بچے کو اللہ کی راہ میں قربان کردینے کے لئے آمادہ ہوگیا بلکہ ذرا بھی تامل نہ کیا، ارشاد ربانی

ہے:فَلَـمَّا أَسْلَمَا وَتَلَّهُ لِلْجَبِيْنِ. وَنَادَيْنَاهُ أَنْ يَا إِبْرَاهِيْمُ . قَدْ صَدَّقْتَ الرُّؤْيَا إِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِىْ الْمُحْسِنِيْنَ (الصافات:۱۰۳-۱۰۵) غرض جب دونوں مطیع ہوگئے اور باپ نے بیٹے کو پیشانی کے بل گرا دیا تو ہم نے آواز دی کہ اے ابراہیم یقیناً تو نے اپنے خواب کو سچا کر دکھایا بیشک ہم نیکی کرنے والوں کو اسی طرح جزا دیتے ہیں۔

□ حج کے سارے اعمال وافعال کے اندر اتحاد واتفاق اور عدل وانصاف کا عظیم درس پنہا ہے۔اسلام کی یہ منشا ہی ہے کہ تمام دنیا کے مسلمانوں میں اتحاد ویگانگت پیدا ہو اور تمام ممالک کے مسلمان ملت واحدہ بنا دیئے جائیں اور ساری دنیا کے مسلمان إِنَّ هَـٰذِهِ أُمَّتُكُمْ أُمَّةً وَاحِدَةً وَأَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُونِ (الانبیاء:۹۲)''بے شک یہ تمہاری امت ایک ہی امت ہے اور میں تم سب کا پروردگار ہوں پس تم میری ہی عبادت کرو'' کی عملی تصویر بن جائیں اور بلاشبہ حج کے موقعے سے مسلمانوں کی یہ عملی تصویر مکہ مکرمہ کی سرزمین پر واضح طور پر نظر بھی آتی ہے۔حج کے فریضہ کو انجام دینے کے لئے ساری دنیا سے مسلمان ایک ساتھ ایک ہی وقت میں تشریف لاتے ہیں،ایک ہی کپڑے میں ملبوس ہوتے ہیں،ان سب کی زبان پر توحید کا ایک ہی کلمہ ہوتا ہے۔مختلف قوموں،مختلف نسلوں،مختلف زبانوں اور مختلف رنگوں کا حسین امتزاج حج کے موقعے سے مکہ مکرمہ کی سرزمین پر نظر آتا ہے۔سارے مسلمان ایک ساتھ طواف وسعی کرتے ہیں،ایک ساتھ منیٰ میں اکٹھے ہوتے اور عرفات جاتے ہیں اور میدان عرفات میں ایک ساتھ دعا ومناجات اور اپنے رب کے سامنے رونے اور گڑگڑانے میں مشغول رہتے ہیں۔

مسلمان اس حسین موقعہ پر دنیا کے اپنے مختلف بھائیوں سے ملتے،ان کے احوال جاننے کی کوشش کرتے اور ایک دوسرے کے دکھ درد میں شریک ہوکر آپسی محبت وہمدردی کا اظہار کرتے ہیں،یہیں عدل ومساوات کی سچی تصویر نظر آتی ہے۔رنگ ونسل اور قومیت کا امتیاز یہیں مٹتا ہوا نظر آتا ہے اور اس چیز کا اثر دنیا کی غیر مسلم اور اسلام دشمن قوموں پر بھی پڑتا ہے،ان کے اندر اسلام اور مسلمانوں کا رعب طاری ہوتا ہے۔انہی مفاہیم کو شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمہ اللہ نے اپنی معرکہ آراء کتاب حجۃ اللہ البالغہ کے اندر کچھ یوں بیان فرمایا ہے:''جیسا کہ یہ بات ہے کہ حکومت محتاج ہوتی ہے ایک عرصہ کے بعد دربار منعقد کرنے کی طرف تاکہ خیرخواہ دھوکہ باز سے اور تابعدار سرکش اور باغی سے ممتاز ہوجائے اور تاکہ شہرت پھیلے اور آواز بلند ہو اور مملکت کے باشندوں کا باہمی تعارف ہو پس اسی طرح ملت بھی محتاج ہے حج کی طرف تاکہ مخلص منافق سے ممتاز ہوجائے اور تاکہ لوگوں کا دین میں گروہ در گروہ داخل ہونا ظاہر ہو اور تاکہ بعض بعض کو دیکھیں پس ہر ایک دوسرے سے وہ چیز حاصل کرے جو اسے حاصل نہیں ہے کیونکہ رغبتیں رفاقت سے اور ایک دوسرے سے ملاقات ہی سے حاصل کی جاتی ہیں۔(حجۃ اللہ البالغہ:۲/۷۶)

اللہ تعالیٰ ہمیں اس اہم فریضہ کو اخلاص کے ساتھ ادا کرنے اور حج کے منافی امور اور ریاء ونمود اور گناہوں سے بچنے کی توفیق بخشے،آمین ثم آمین۔

☆☆☆

قربانی سے پہلے چمڑے کی رقم وصول کرنا جائز نہیں

محمد مصطفیٰ کعبی ازہری

قربانی ایک ایسی عبادت اور دین اسلام کے عظیم شعائر میں سے ایک شعار ہے جس میں ہم اللہ تعالی کی توحید اور اپنے اوپر اللہ تعالی کی نعمتوں اور اپنے باپ ابراھیم علیہ السلام کی اپنے رب کی اطاعت وفرمانبرداری کی یاد تازہ کرتے ہیں، اور قربانی کے ذریعہ اللہ کا تقرب اور اس کی رضا وخوشنودی حاصل کرتے ہیں۔ قربانی پہلی امتوں کے اندر بھی مشروع تھی جیسا کہ ہابیل اور قابیل آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں کی قربانی کا تذکرہ قرآن میں ملتا ہے اور ابراہیم علیہ السلام کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''وَفَدَيْنَاهُ بِذِبْحٍ عَظِيمٍ''.(الصافات:107)۔

اللہ تعالیٰ نے قربانی کے متعلق ارشاد فرمایا: ''فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَانْحَرْ''.

ترجمہ: تو اللہ تعالی کے لیے نماز ادا کر اور قربانی کر۔ (سورۃ الکوثر:2)

اور ایک دوسرے مقام پر اللہ تعالی کا فرمان ہے: ''قُلْ إِنَّ صَلَاتِي وَنُسُكِي وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِي لِلَّهِ رَبِّ الْعَٰلَمِينَ ، لَا شَرِيكَ لَهُ وَبِذَٰلِكَ أُمِرْتُ وَأَنَا أَوَّلُ الْمُسْلِمِينَ''.

ترجمہ: آپ کہہ دیجئے یقیناً میری نماز اور میری قربانی اور میری زندگی اور میرا مرنا اللہ رب العالمین کے لیے ہے اس کا کوئی شریک نہیں، اور مجھے اسی کا حکم دیا گیا ہے اور میں حکم ماننے والوں میں سب سے پہلا ہوں۔

(الانعام: 162 و163)

فائدہ: مذکورہ بالا دونوں آیتوں میں اللہ تعالیٰ نے قربانی سے پہلے نماز کا ذکر کیا ہے یعنی انسان پہلے عید الاضحیٰ کی نماز ادا کرے اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے نام پر قربانی کرے اگر کوئی شخص ایسا کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی قربانی کو قبول کرتا ہے اور اگر کوئی نماز سے پہلے قربانی کرلے تو اس کی قربانی جائز نہیں ہوگی اور اسی طرح قربانی کی کوئی بھی شئی نماز عید الاضحیٰ اور خطبہ سے پہلے ادا کرنا جائز نہیں ہے مثلاً چرم قربانی کی رقم وصول کرنا وغیرہ۔

قربانی کے جانوروں کا مقررہ ایام میں ذبح کرنا:

قربانی کا وقت نماز عید اور خطبہ کے بعد سے لیکر ایام تشریق کے آخری دن کے سورج غروب ہونے تک ہے، نہ کہ نماز عید اور خطبہ کے وقت کے داخل ہونے کے بعد، بلکہ نماز عید کی ادائیگی اور خطبہ سننے کے بعد شروع ہوتا ہے، اور ذی الحجہ کی تیرہ 13 تاریخ کے غروب شمس تک رہتا ہے اور تیرہ تاریخ ہی ایام تشریق کا آخری دن ہے۔

عید الاضحیٰ کی نماز سے پہلے قربانی کی کوئی بھی شئی ادا کرنا جائز نہیں:

عَنْ أَنَسٍ، عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، قَالَ: " مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ فَلْيُعِدْ".

ترجمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ”جس نے نماز سے پہلے قربانی کر لی ہو وہ دوبارہ قربانی کرے“۔

(رواہ البخاری فی صحیحہ: 5561)

عَنْ جُنْدَبِ بْنِ سُفْيَانَ الْبَجَلِيِّ، قَالَ: شَهِدْتُ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ النَّحْرِ، فَقَالَ: "مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ أَنْ يُصَلِّيَ فَلْيُعِدْ مَكَانَهَا أُخْرَى، وَمَنْ لَمْ يَذْبَحْ فَلْيَذْبَحْ، وفی روایة: "شَهِدْتُ الْأَضْحَى مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، لَمَّا قَضَى صَلَاتَهُ بِالنَّاسِ نَظَرَ إِلَى غَنَمٍ قَدْ ذُبِحَتْ، فَقَالَ: "مَنْ ذَبَحَ قَبْلَ الصَّلَاةِ، فَلْيَذْبَحْ شَاةً مَكَانَهَا، وَمَنْ لَمْ يَكُنْ ذَبَحَ، فَلْيَذْبَحْ عَلَى اسْمِ اللَّهِ".

ترجمہ: حضرت جندب بن سفیان بجلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ قربانی کے دن میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "جس نے بھی نماز عید کی ادائیگی سے قبل قربانی کر لی اسے چاہیے کہ وہ اس کی جگہ دوسرا جانور ذبح کرے اور جس نے ذبح نہیں کیا وہ اللہ تعالی کا نام لے کر ذبح کرے۔ اور ایک روایت ہے کہ: میں (حضرت جندب بن سفیان بجلی رضی اللہ عنہ) نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ عیدالاضحیٰ میں شریک ہوا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابھی کچھ بھی نہ کیا تھا سوائے اس کے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے (عید کی) نماز پڑھائی۔ نماز سے فارغ ہوئے، سلام پھیرا کہ اچانک آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قربانی کی بکری دیکھی کہ وہ نماز سے پہلے ذبح کی جا چکی ہے۔ چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: " جس نے قربانی نماز عید سے پہلے کر لی تو اس قربانی کی جگہ دوسری قربانی کرے اور جس نے قربانی نہیں کی تو وہ اللہ کے نام کے ساتھ قربانی ذبح کر دے"۔

(رواہ البخاری فی صحیحہ: 5562 ، ومسلم فی صحیحہ: 1960)

عَنِ الْبَرَاءِ ، قَالَ: صَلَّى رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ذَاتَ يَوْمٍ، فَقَالَ: "مَنْ صَلَّى صَلَاتَنَا، وَاسْتَقْبَلَ قِبْلَتَنَا فَلَا يَذْبَحْ حَتَّى يَنْصَرِفَ".

(رواہ البخاری فی صحیحہ: 5563 ، مسلم فی صحیحہ: 1961)

فائدہ: مذکورہ بالا تینوں احادیث سے معلوم ہوا کہ قربانی کرنے کا وقت یوم النحر یعنی دس ذی الحجہ عیدالاضحیٰ کی نماز ادا کرنے اور خطبہ کے بعد سے شروع ہوتا ہے اور ایام تشریق 11، 12، 13 ذی الحجہ کے غروب آفتاب تک رہتا ہے۔ اگر کوئی شخص عیدالاضحیٰ کی نماز سے پہلے قربانی کا جانور ذبح کر دیا تو اس کی قربانی جائز نہیں ہوگی بلکہ اس کے بدلے دوسری قربانی کرنی ہوگی۔ اور اسی طرح سے کوئی شخص چمڑے کی رقم قربانی سے پہلے وصول کرے یہ بھی حرام ہے کیونکہ قربانی کی کوئی بھی شئ نماز عیدالاضحیٰ اور خطبہ سے پہلے ادا کرنا حرام ہے۔

ذوالحجہ کا چاند دیکھنے کے بعد قربانی کرنے والے شخص بال اور ناخن تراشنے سے رک جائے:

حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے ارشاد فرمایا: "إذا رَأَيْتُمْ هِلالَ ذِي الحِجَّةِ، وأَرادَ أحَدُكُمْ أنْ يُضَحِّيَ، فَلْيُمْسِكْ عن شَعْرِهِ وأَظْفارِهِ".

ترجمہ: جب تم ذوالحجہ کا چاند دیکھو اور تم میں سے کوئی شخص قربانی کرنے کا ارادہ کرے تو اسے بال اور ناخن تراشنے سے رُک جانا چاہئے۔

(صحیح مسلم:1977 ،ترقیم دارالسلام:5119)

اس حدیث میں ارادہ کرنے سے ظاہر ہے کہ قربانی کرنا واجب نہیں بلکہ سنت ہے۔ دیکھئے المحلّی لابن حزم /7) 355 مسئلہ:973)

دوسری بات یہ ہے کہ جب تم ذوالحجہ کا چاند دیکھو اور تم میں سے کوئی شخص قربانی کا ارادہ کرے تو وہ بال اور ناخن تراشنے سے رک جائے تو قربانی سے پہلے چمڑے کی رقم ادا کرنا کیسے جائز ہوگا کیونکہ اگر کوئی شخص عیدالاضحیٰ کی نماز سے پہلے قربانی کرلے تو اس کی قربانی جائز نہیں ہے بلکہ اس شخص کو اس کی جگہ پر دوسری قربانی کرنی ہوگی تو بھلا چمڑے کی رقم قربانی سے پہلے وصول کرنا کیوں کر جائز ہوگا۔ یہ طریقہ بالکل درست نہیں ہے اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کی خلاف ورزی ہے۔

قربانی کرنا ہر صاحب مستطیع شخص پر واجب ہے:

عَنْ مِخْنَفِ بْنِ سُلَيْمٍ ، قَالَ: وَنَحْنُ وُقُوفٌ مَعَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِعَرَفَاتٍ قَالَ: "يَا أَيُّهَا النَّاسُ، إِنَّ عَلَى كُلِّ أَهْلِ بَيْتٍ فِي كُلِّ عَامٍ أُضْحِيَّةً".

ترجمہ: حضرت مخنف بن سلیم رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ہم لوگ عرفہ کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کھڑے تھے کہ اسی دوران آپ نے ارشاد فرمایا: لوگو! ہر گھر والوں پر ہر سال ایک قربانی ہے۔

(إسنادہ حسن: رواہ أبو داود فی سننہ: 2788 ، والنسائی فی سننہ: 4224 ، والترمذی فی سننہ: 1518 ، وابن ماجہ فی سننہ: 3125 ، والبغوی فی شرح السنۃ: 1128)

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ ، أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ: " مَنْ كَانَ لَهُ سَعَةٌ وَلَمْ يُضَحِّ فَلَا يَقْرَبَنَّ مُصَلَّانَا".

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: جو شخص استطاعت رکھنے کے باوجود قربانی نہ کرے، وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے۔

(إسنادہ حسن: رواہ ابن ماجہ: 3123 ، والإمام أحمد فی مسندہ: 8283 ، وصححہ الإمام السیوطی فی الجامع الصغیر: 8964، وحسنہ الإمام الألبانی فی صحیح الجامع: 6490 ، وشعیب الأرنؤوط فی تخریج شرح السنۃ: 4 / 349)

فائدہ: معلوم ہوا کہ جو شخص استطاعت وقدرت کے باوجود قربانی نہ کرے وہ ہماری عیدگاہ کے قریب نہ آئے اور لوگوں کے ساتھ عید کی نماز نہ پڑھے۔ کیونکہ کسی مسلمان کو زیب نہیں دیتا کہ استطاعت ہونے کے باوجود قربانی نہ

کرے۔قربانی ایک بہت بڑی عبادت اور عید الاضحیٰ کے دن کا ایک دینی شعار ہے۔جمہور علما اسے سنت موکدہ کہتے ہیں، جب کہ کچھ علما استطاعت رکھنے والے کے حق میں واجب کہتے ہیں۔

قربانی کے جانور(یعنی گوشت) میں سے کچھ بھی بیچنا حرام ہے:

علامہ ابن عثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ: ''قربانی میں سے کچھ بھی بیچنا حرام ہے کیونکہ یہ وہ مال ہے جسے بندے نے اللہ کے لئے نکال دیا ہے چنانچہ اب اسے صدقہ کی طرح واپس لینا جائز نہیں ہے''۔

(مجموع الفتاویٰ:161 /25)

فائدہ: معلوم ہوا کہ قربانی کے جانور(یعنی گوشت) میں سے کچھ بھی بیچنا حرام ہے۔

قصائی کو اجرت کے طور پر قربانی میں سے کچھ بھی دینا جائز نہیں:

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: أَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَمَرَهُ أَنْ يَقُومَ عَلَى بُدْنِهِ، وَأَنْ يَقْسِمَ بُدْنَهُ كُلَّهَا لُحُومَهَا وَجُلُودَهَا وَجِلَالَهَا، وَلَا يُعْطِيَ فِي جِزَارَتِهَا شَيْئًا.

ترجمہ: حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ قربانی کا گوشت، کھالیں اور جھولیں لوگوں میں تقسیم کردیں اور قصاب کو اُس میں سے (بطورِ اجرت) کچھ بھی نہ دیں۔

(رواہ البخاری فی صحیحہ: 1717 ، ومسلم فی صحیحہ: 1317)

عَنْ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، قَالَ: "أَمَرَنِي رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَنْ أَقُومَ عَلَى بُدْنِهِ وَأَقْسِمَ جُلُودَهَا وَجِلَالَهَا، وَأَمَرَنِي أَنْ لَا أُعْطِيَ الْجَزَّارَ مِنْهَا شَيْئًا"، وَقَالَ: "نَحْنُ نُعْطِيهِ مِنْ عِنْدِنَا".

ترجمہ: حضرت علی بن ابی طالب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھے حکم دیا کہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے اونٹوں کی نگرانی کروں اور ان کے گوشت، چمڑے اور جھول تقسیم کردوں قصاب کو ان میں سے کوئی چیز نہ دوں اور فرمایا: ''ہم اس (قصاب) کو (اس کی مزدوری) اپنے پاس سے دیں گے''۔

(إسنادہ صحیح: رواہ أبوداود فی سننہ:1769)

فائدہ: معلوم ہوا کہ قصائی کو اجرت کے طور پر قربانی میں سے کچھ بھی دینا جائز نہیں ہے اور یہ قربانی کرنے کے بعد ہے قربانی کے جانور کو قصاب مکمل طور پر صاحب قربانی کے حوالے کردے، (یعنی گوشت کو بوٹی بوٹی) کردینے تک بھی اجرت دینا جائز نہیں ہے یہ نماز عید الاضحیٰ کی ادائیگی کے بعد کا کام ہے تو قربانی کے جانور یعنی گوشت میں سے قبل عید کسی بھی قسم کا روپیہ پیسہ دینا جائز نہیں ہے چاہے قربانی سے پہلے چمڑے کی رقوم وصول کرنے کا معاملہ ہو یا کچھ اور۔البتہ تحفہ کے طور پر دینے میں کوئی حرج نہیں ہے۔

جس نے اپنی قربانی کی کھال بیچی اس کی قربانی نہیں ہوئی:

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ قَالَ: قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ: "مَنْ بَاعَ

جِلْدَ أُضْحِيَّتِهِ فَلَا أُضْحِيَّةَ لَهُ".

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: ''جس نے اپنی قربانی کی کھال بیچی اس کی قربانی نہیں ہوئی''۔

(حدیث صحیح: رواہ الحاکم فی المستدرک: 2 / 433، و، والبیھقی: 19708 ، والدیلمی فی الفردوس: 5509، والسیوطی فی الجامع الصغیر: 8536 ، وصحیح الترغیب والترھیب: 1088 ، وصحیح الجامع: 6118 ، وصححہ الحاکم والسیوطی وحسنہ الألبانی)

فائدہ: معلوم ہوا کہ جس نے اپنی قربانی کی کھال بیچی اس کی قربانی نہیں ہوئی اور یہ نماز عیدالاضحیٰ اور خطبہ کے ادائیگی کے بعد کا مسئلہ ہے اور اگر کوئی شخص عیدالاضحیٰ کی نماز سے پہلے کرلے تو یہ بالکل ہی حرام ہے۔

قربانی کے چمڑے کے متعلق علماء کے اقوال:

شیخ عبداللہ غازی پوری فرماتے ہیں کہ: "جس طرح قربانی کے گوشت کا قربانی کرنے والے کو خود بھی کھانا اور دوسرے لوگوں کو بھی (فقیر ہو یا غنی) کھلانا اور دینا جائز ہے اسی طرح قربانی کا چمڑا قربانی کرنے والے کو خود بھی اپنے تصرف میں اور دوسرے لوگوں کو بھی جس کو چاہے دے دینا جائز ہے اور جس طرح قربانی کے گوشت کا قربانی کرنے والے کیلئے بیچنا یا کسی کو اجرت میں دینا جائز نہیں ہے اسی طرح قربانی کے چمڑے کو اجرت میں دینا درست نہیں ہے۔ (فتاوی عبداللہ غازی پوری کتاب الصلاۃ، صفحہ:304)

چرم قربانی کا وہ حکم نہیں جو زکاۃ کا ہے۔ زکاۃ فقراء و مساکین کا حق ہے۔ مالِ زکاۃ صرف انھیں پر خرچ کیا جائے گا، نیز زکاۃ میں تملیک شرط ہے، یعنی مستحق زکاۃ کو زکاۃ کا مالک بنا دینا ضروری ہے ورنہ زکاۃ ادا نہ ہوگی۔ چرم قربانی میں یہ کچھ نہیں ہے بلکہ چرم قربانی میں قربانی کرنے والوں کو اختیار ہے، چاہے صدقہ کردے، یا اپنے کام میں لائے۔

قربانی کے جانور کے چمڑے کے بدلے میں اجباری طور پر قربانی کرنے والے سے رقم وصول کرنا کسی بھی طرح جائز نہیں ہے کیونکہ صاحب قربانی خود بھی چمڑے سے فائدہ اٹھا سکتا ہے یا چمڑے کو یا اس کی قیمت مدرسہ میں بھی دے سکتا ہے جہاں غریب و نادار بچے پڑھتے ہوں۔ لیکن افسوس کی بات ہے کہ بعض علاقوں میں دیکھا گیا ہے کہ مدرسہ کے صدر اور ناظم چمڑہ نہ فروخت ہونے کی وجہ سے اجباری طور پر صاحب قربانی سے رقم مثلاً: 200 ، 300، 400 اور 500 وصول کرتے ہیں جو کہ بالکل جائز نہیں ہے۔

قربانی سے پہلے کوئی بھی شئ وصول کرنا حرام ہے جیسا کہ علامہ شیخ ابن باز رحمہ اللہ، شیخ محمد بن صالح العثیمین رحمہ اللہ، محدث العصر علامہ محمد ناصر الالبانی رحمہ اللہ، ڈاکٹر عبدالباری فتح اللہ مدنی بانی جامعہ اسلامیہ دریاباد، سنت کبیر نگر، یوپی، (انڈیا) وسابق شیخ الحدیث جامعۃ الإمام محمد بن سعود الإسلامیۃ بالریاض اور شیخ محمد اشفاق سلفی مدنی حفظہ اللہ مدرس دارالعلوم احمدیہ سلفیہ دربھنگہ (بہار) شیخ عبدالستار حماد (پاکستان) حفظہ اللہ وغیرہم نے فتوے دیئے ہیں۔

خلاصہ کلام: قربانی سے پہلے قربانی کے جانور یعنی گوشت میں سے کچھ بھی وصول کرنا حرام ہے کیونکہ اگر کوئی شخص عیدالاضحیٰ کی نماز سے پہلے قربانی کرلے تو اس کی

قربانی جائز نہیں ہے بلکہ اس شخص کو اس کی جگہ پر دوسری قربانی کرنی ہوگی اسی طرح چمڑے کی رقم قربانی سے پہلے ادا کرے تو یہ بھی جائز نہیں ہے بلکہ حرام ہے اور یہ طریقہ بالکل درست نہیں ہے اور سنت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہے۔ لہٰذا جو حضرات قربانی سے پہلے چمڑے کی رقوم وصول کرتے ہیں اور مدرسوں سے اساتذہ کو گھر گھر رسید لیکر بھیجتے ہیں اور چرم قربانی کی رقوم وصول کراتے ہیں اور رسید کاٹ کر دیتے ہیں، ان کو شرعی مخالفت سے یقیناً پرہیز کرنا چاہئے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ وہ ہم تمام مسلمانوں کو شریعت مطہرہ کی پیروی کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین

☆☆☆

توبہ کی فضیلت

حضرت ابوحمزہ انس بن مالک رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ کے خادم سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کے توبہ سے اس شخص سے کہیں زیادہ خوش ہوتا ہے جس نے کسی جنگل بیابان میں اپنا اونٹ گم کر کے پھر پا لیا ہو۔ (بخاری ومسلم)

اور مسلم کی ایک روایت کے الفاظ اس طرح ہیں:

یقیناً اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کی توبہ سے جب وہ اس کی طرف توبہ کرتا ہے اس آدمی سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے جو کسی جنگل بیابان میں اپنی سواری پر سوار ہو اسی پر اس کے کھانے پینے کا سامان بھی ہو کہ وہ سواری اس سے چھوٹ جائے، تلاش بسیار کے بعد وہ اس سے مایوس ہو کر ایک درخت کے سایہ تلے لیٹ جائے جبکہ وہ سواری سے مایوس ہو چکا ہو کہ اتنے میں اچانک وہ سواری اس کے سامنے آ کھڑی ہو، وہ اس کی مہار پکڑ کر خوشی کی شدت میں کہہ ڈالے اے اللہ تو میرا بندہ ہے اور میں تیرا رب۔ فرط خوشی میں وہ غلطی کر جائے۔

منہج سلف اوراس کی ضرورت

محمد محبّ اللہ بن محمد سیف الدین المحمدی

منہج عربی زبان کالفظ ہے اس کا مطلب واضح راستہ، روشن طریقہ، یاوہ طریقہ جوظاہر وواضح اور مستقیم ہو۔

اورسلف کی تعریف اس طرح ہے۔"أنهم الصحابة الكرام والتابعون، وأتباع التابعين ومن تبعهم بإحسان إلى يوم الدين".

سلف سے مراد صحابۂ کرام تابعین عظام واتباع تابعین وتاقیامت احسان واخلاص واتقان کے ساتھ جوان کی اتباع کریں۔

(بحوالۃ:الآثار الواردة عن السلف في العقيدة من خلال كتب المسائل المروية عن الإمام أحمد جمعا وتخريجا ودراسة، صفحة نمبر 34)

شیخ ابن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں:" هم أهل القرون المفضلة من الصحابة والتابعين وأتباعهم ومن اقتفى أثرهم وسار على منهجهم

ترجمہ: سلف دراصل اہل قرون مفضلہ یعنی صحابہ تابعین وتبع تابعین سے عبارت ہے نیز جو احسان کے ساتھ ان کی اتباع کرے اور ان کے منہج پر چلے اسے بھی سلفی کہا جاتا ہے۔(بحوالۃ أصول منہج السلف وأصحاب الحديث 170)

منہج سلف سے مراد کیا ہے؟

منہج سلف کا مطلب یہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب واخیار، تابعین اور تبع تابعین کے طریقے پر عقیدہ وعمل کو قبول کیا جائے، بالفاظ دیگر منہج سلف یہ ہے کہ اسلام اوردین کے مصادر کو اسی طریقہ وپیٹرن سے سمجھا جائے اوراس کے مطابق عمل کیا جائے۔جس طریقہ وپیٹرن سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سمجھایا، بتایا اورعمل کیا اور جس طرح آپ کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین تابعین عظام اور تبع تابعین (قرون مشہود لہا بالخیر) نے عمل کیا۔ یہی وہ راستہ وطریقہ ہے جس کی صحت وسلامت واستقامت کی ضمانت ہے ان کے علاوہ جو بھی راستہ وطریقہ ہے وہ سب کے سب دیاجیر الظلمات ہیں یا کہئے کہ "**ظلمات بعضها فوق بعض إذا أخرج يده لم يكد يراها**".

منہج سلف وہ ضابطہ حیات ہے جس پر چل کر جنت کی ضمانت ہے، منہج سلف نفس اسلام ہے، وہ دین جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لیکر آئے اس کی سچی تصویر وصحیح تعبیر منہج سلف یا سلفیت ہے، یہ کوئی تحریک اورازم نہیں۔ بلکہ سلف کا منہج ، اور وہ خطوط ہیں جو انسان کو اس کے رب حقیقی سے جوڑتے ہیں۔

محترم قارئین! یہ منہج سلف ہی ہمیں بتائے گا کہ خیر کیا

ہے اور شر کیا ہے۔ حسنات کیا ہیں سئیات کیا ہیں، صحیح افکار کیا ہیں غلط افکار کیا ہیں۔ درست عقیدہ وغلط عقیدہ کے درمیان تفریق، حق وباطل کی تمیز، سیاہ سفید کا امتیاز منہج سلف کو اپنانے سے ہی پتہ چلے گا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک دنیا کے مختلف ادیان و مذاہب، فرق وملل میں سے صرف اور صرف خالص دین اسلام ہی معتبر ہے اسی طرح افکار وخیالات، رجحانات، تصورات وغیرہ میں صرف اسلاف کا فہم ہی مستند ومعتبر ہے۔ فہم سلف ہی کو زندگی کے تمام مراحل وشعبہ جات میں لاگو کرنا حتمی ولابدی ہے جیسا کہ رب تعالیٰ نے فرمایا:

”وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ“. (لقمان:۱۵)

میری طرف رجوع کرنے والوں کے راستے کی پیروی کرو۔

اور دوسری آیت:

”فَإِنْ آمَنُوا بِمِثْلِ مَا آمَنتُم بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوا وَّإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقٍ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ“. (البقرۃ:۱۳۷)

اگر وہ تم جیسا ایمان لائیں تو ہدایت پائیں اور اگر منہ موڑیں تو وہ صریح اختلاف میں ہیں، اللہ تعالیٰ ان سے عنقریب آپ کی کفایت کرے گا اور وہ خوب سننے اور جاننے والا ہے۔

منہج سلف کی اتباع کی فضیلت:

دکتور محمد بن عمر بازمول نے فضل اتباع المنہج السّلفی کے تحت لکھا ہے کہ منہج سلف اختلاف سے نجات کا واحد راستہ ہے، ضلالت وگمراہی کی دلدل سے نکلنے کا راستہ منہج سلف ہی ہے، منہج سلف کی طرف نسبت شرف النسبۃ الی الرسول ہے، منہج سلف میں تشخیص مرض اور اس کا علاج، یعنی داء ودواء دونوں ہے، مکارم اخلاق وصالحیت منہج سلف کی اتباع ہی میں ہے، منہج سلف پر چلنے سے سنت کی احیاء ہے۔ جہنم سے دوری اور جنت میں دخول کا سبب سلفی منہج پر چلنے ہی میں ہے۔

(بحوالہ۔ المنہج السّلفی تعریفہ وسماتہ ودعوتہ الإصلاحیۃ صفحۃ نمبر 34 تا35)

محترم قارئین! سلفی منہج دنیا جہاں کیلئے رحمت ہے، جن وانس کی فلاح وبہبودی سلفی منہج پر چلنے ہی میں ہے، کتاب وسنت واجماع سے یہ بات مترشح ہوجاتی ہے کہ اگر منہج صحابہ وسلف پر زندگی نہ گذاری جائے تو انسان دیوالیہ پن کا شکار ہوجائے گا اور فساد فکر ونظر درآئے گا۔ اور صحیح دین سے بہت دور نکل جائے گا۔ منہج سلف کی اتباع کی اہمیت وفضیلت کو درج ذیل امور سے سمجھئے۔

۱- منہج سلف پر چلنے والا دراصل اللہ کے حکم کی بجا آوری کررہا ہے جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے۔

وَتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ (لقمان:۱۵)

میری طرف رجوع کرنے والوں کے راستے کی پیروی کرو۔

۲- اس کو تسلیم کرنے والا ہدایت یافتہ ہے جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے۔

فَإِنْ ءَامَنُوا بِمِثْلِ مَآ ءَامَنتُم بِهِ فَقَدِ اهْتَدَوا وَّإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقٍ فَسَيَكْفِيكَهُمُ اللَّهُ وَهُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ (البقرۃ:۱۳۷)

گرتم صحابہ جیسا ایمان لے آئے تو بالیقین تم ہدایت پا چکے۔

۳- ضلالت وگمراہی اور زیغ وضلال سے سلفیت محفوظ ہے،

لا تَزالُ طائفةٌ مِن أُمَّتی ظاهِرِين على الحقِّ حتّى تقومَ السّاعةُ. صحیح مسلم(۱۹۲۳)

کہ میری امت کا ایک گروہ تا قیامت گمراہی سے بچ کر ہمیشہ حق پر قائم رہے گا۔

۴- فَإِنْ ءامَنُوا بِمِثْلِ مَا ءامَنتُم بِهِ، فَقَدِ اهْتَدَوا وَإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا هُمْ فِي شِقَاقٌ. کے تحت اس منہج پر چلنے والا اوراس کو لازم پکڑنے والا تفرق وتشتت اور افتراق وانتشار سے محفوظ ہے۔

۵- اس منہج کو اختیار کرنا دراصل حکم رسول کی اتباع وپیروی اور وصیت رسول کی تنفیذ ہے جیسا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عليكم بسنَّتي وسنَّةِ الخلفاءِ الراشدينَ المهديِّينَ بعدي، عضُّوا عليها بالنَّواجذِ.

(أخرجه أبوداود في كتاب السنة وصححه الألباني في إرواء الغليل (8/107، رقم الحديث، 4607)

کہ تم میرے بعد میرے اور صحابہ کے طریقے کو لازم پکڑے رہنا۔

۶- ابتلاءوآزمائش فتنہ وفساد اور بدعات وخرافات کے موقع پر یہی منہج مومنوں کیلئے کمین گاہ ہے۔فتنوں کے سیلاب میں کشتیٔ نوح منہج سلف ہی ہے۔ مَن بقِيَ بعدی منكم فسيَرى اختِلافًا شَديدًا فعليكم بسنَّتي وسنَّةِ الخلفاءِ الرّاشدينَ عضُّوا عليها بالنَّواجذِ.

(أخرجه أبو داود (۴۶۰۷)، والترمذي (۲۶۷۶)، وابن ماجه (۴۲)، وأحمد (۱۷۱۴۴) مطولاً باختلاف يسير، وابن أبي عاصم في السنة (۵۵) واللفظ له)

ترجمہ: کہ تم میرے بعد بہت زیادہ اختلاف اور فتنے دیکھوگے، ایسے میں میری اور میرے خلفاء راشدین صحابہ کی پیروی کرنا۔

۷- منہج سلف پر تمسک کے طفیل ہواء وہوس کے بندوں، خواہش پرستوں اور رہزنِ دین وایماں کی چالوں اور شیطانی راستوں و ابلیسی طریقوں سے نجات ملتی ہے۔ وَأَنَّ هَـٰذَا صِرَاطِي مُسْتَقِيمًا فَاتَّبِعُوهُ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَن سَبِيلِهِ ذَٰلِكُمْ وَصَّاكُم بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (الانعام:۱۵۳)

یہی میرا سیدھا راستہ ہے اسے چھوڑو گے تو بے شمار شیاطین کے چنگل میں جا پھنسو گے، لہذا میرے سیدھے راستے ہی پر چلو۔

۸- علامہ البانی رحمہ اللہ کے بقول: منہج سلف کو لازم پکڑنا دراصل عصمت کو لازم پکڑنا ہے کیونکہ منہج سلف معصوم ہے۔

۹- یہ منہج ومسلک زمانہ رسول سے چلا آرہا ہے اور وقوع قیامت تک رہے گا، اس کے ماننے والے ہمیشہ حق پر قائم اور غالب رہیں گے، مظفر ومنصور رہیں گے اہل باطل اپنی تمام ریشہ دوانیوں کے باوجود ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکیں گے، جیسا کہ آپ صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: لا تَزالُ

طائفةٌ مِن أُمَّتی ظاهرين على الحقِّ حتّى تقومَ السّاعةُ. (أخرجہ مسلم فی الصحیح رقم الحدیث (۱۹۲۳)).

۱۰- یہ جماعت (ناجی) نجات یافتہ ہے جیسا کہ حدیث رسول ہے۔

كلُّهم فی النَّارِ إلَّا ملَّةً واحِدةً، قالوا: مَن هیَ يا رسولَ اللَّهِ؟ قالَ: ما أنا علَيهِ وأَصحابی (أخرجہ الترمذی (2641) واللفظ لہ، والطبرانی (14646)(14/53))،والحاکم444)،صححہ الألبانی)

۱۱- اس جماعت کاعقیدہ وعمل خالص کتاب وسنت اورفہم سلف پرمبنی ہے۔

۱۲-سلفی منہج شرک،کفروالحادوزندقہ،نفاق ولادینیت سے مبراومنزہ ہے۔

(دیکھئے تفصیل کیلئے: منہج سلف کا تعارف صفحہ نمبر 26 تا35،وفصل المقال فی وجوب اِتباع السلف الکرام صفحہ نمبر 32 تا55)

منہج سلف پر چلنے کاحکم:

بلاشبہ اہل دانش وبینش کیلئے یہ چیزمخفی نہیں ہے کہ منہج سلف کی اتباع کرناواجب ہے،اورحق بات یہ ہے کہ سلفی منہج ہی حق ودرست ہے۔کتاب وسنت واجماع امت نیزاقوال صحابہ وتابعین سے منہج سلف کی حقانیت ثابت ہے۔

ارشادباری تعالیٰ ہے:وَالسَّابِقُونَ الْأَوَّلُونَ مِنَ الْمُهَاجِرِينَ وَالْأَنصَارِ وَالَّذِينَ اتَّبَعُوهُم بِإِحْسَانٍ رَّضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ وَأَعَدَّ لَهُمْ جَنَّاتٍ تَجْرِي تَحْتَهَا الْأَنْهَارُ خَالِدِينَ فِيهَا أَبَدًا ذَٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيمُ (سورۃ التوبہ:100)اورمہاجرین اورانصار میں سے وہ اولین لوگ جنہوں نے ہجرت کرنے اورایمان لانے میں دوسروں پرسبقت کی اوروہ دوسرے لوگ جنہوں نے ان سابقین کی اخلاص کے ساتھ پیروی کی، اللہ ان سب سے راضی ہوگیااوروہ سب اللہ سے راضی ہوگئے اور اللہ نے ان کے لیے ایسی جنتیں تیار کی ہیں جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی،ان میں وہ ہمیشہ کے لیے رہیں گے یہی عظیم کامیابی ہے۔علامہ عبدالرحمٰن بن ناصر السعدی رحمہ اللہ نے لکھاہے:"بالاعتقادات والأقوال والأعمال، فهولاء هم الذين ساموا من الذم،وحصلوا لهم نهاية المدح،وأفضل الكرامات من الله "(تیسیر الکریم الرحمان فی تفسیر کلام المنان للسعدی صفحہ نمبر 308) ترجمہ:اس کا مطلب ان کی پیروی عقائد،اقوال اوراعمال میں کرنی ہوگی اورایسے ہی لوگ برائی(ذم) سے محفوظ رہیں گے (یامذمت، ملامت سے بعیدہوں گے)اوران ہی کے لیے حقیقی تعریف اوراللہ کی طرف سے بہترین نوازش ہوگی۔شیخ احمدبن محمدبن الصادق النجارصاحب کتاب فصل المقال نے اس آیت کے تحت لکھاہے کہ "اللہ تعالی کا سابقین اولین صحابہ تابعین واتباع تابعین اوران کے اتباع کرنے والے کاتعریف کرنا اوران سے راضی ہونے اوران کے لئے عظیم ثواب کاوعدہ کرناان اسلاف کی فضیلت وعظمت پردلالت کرتی ہیں اور اللہ تعالیٰ کا اسلاف کرام کے بارے میں رضاووعدۂ جنت کی بشارت مستلزم ہے اسلاف کے صحیح منہج پرہونے اوران کے درست عقیدۂ پرجمے رہنے کو۔"(بحوالہ۔فصل المقال فی وجوب اِتباع السلف الکرام صفحہ نمبر 24)

وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِن بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيلِ الْمُؤْمِنِينَ نُوَلِّهِ مَا تَوَلَّىٰ وَنُصْلِهِ جَهَنَّمَ وَسَاءَتْ مَصِيرًا (سورۃ النساء: 115)اور جو شخص راہ ہدایت واضح ہوجانے کے بعد رسول کی مخالفت کرے گا اور مومنوں کی راہ چھوڑ کر کسی دوسری راہ کی اتباع کرے گا، تو وہ جدھر جانا چاہے گا ہم اسے اسی طرف پھیر دیں گے اور اسے جہنم میں ڈال دیں گے اور وہ برا ٹھکانا ہوگا۔مؤلف کتاب "فصل المقال "نے اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے لکھا ہے کہ آیت منہج سلف کی اتباع کے وجوب پر دلالت کرتی ہے۔علامہ ابن قیم الجوزیۃ رحمہ اللہ نے إعلام الموقعین میں منہج صحابہ کی اتباع کے وجوب پر مندرجہ ذیل دلیلیں دی ہیں اور ان کا وجہ استدلال بھی ذکر کیا ہے۔

۱- (وَاتَّبِعْ سَبِيلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ) ۔کہ میری طرف انابت اختیار کرنے والوں کے راستے کی پیروی کرو۔وجہ استدلال۔ہر صحابی منیب ہے لہٰذا اس کے اقوال وافعال اور اعتقادات کی اتباع واجب ہے۔قال ابن القیم رحمہ اللہ: وكلٌّ مِنَ الصحابة منيب إلى الله فيجب اتباع سبيله، وأقواله واعتقاداته من أكبر سبيله، والدليل على أنهم منيبون إلى الله تعالى: أن الله تعالى قد هداهم وقد قال: وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَن يُنِيبُ) وجہ استدلال: ہر صحابی منیب ہے لہٰذا اس کے اقوال وافعال اور اعتقادات کی اتباع واجب ہے اور صحابہ کے اقوال واعتقادان کا راستہ ہے۔

۲-وَمَن يُشَاقِقِ الرَّسُولَ مِنْ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدَىٰ) ہدایت کے واضح ہوجانے کے بعد جو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کے طریقے کی مخالفت کا مرتکب ہوگا.الآیہ۔وجہ استدلال: جس کو یہ پسند ہو کہ وہ آخرت میں سلف کے ساتھ رہے اور اس کے لئے بھی انہی چیزوں کا وعدہ کیا جائے جس کا سلف سے کیا گیا تھا تو اسے چاہئے کہ احسان کے ساتھ ان کی اتباع کرے۔ابن قدامہ رحمۃ اللہ علیہ سلف کی اتباع کے وجوب سے موسوم باب کے تحت یہی دلیل دینے کے بعد فرماتے ہیں کہ جو صحابہ کے راستے کو چھوڑے اس کے لئے جہنم کا وعدہ کیا جانا اس بات پر واضح وصریح دلالت ہے کہ صحابہ کا راستہ اختیار کرنا واجب ہے۔

۳- دلیل الاقتران۔"فقرن سنة خلفائه بسنته وأمر باتباعها كما أمر باتباع سنته" رسول اللہ ﷺ نے اپنی سنت اور خلفاء کی سنت کو ایک ساتھ ذکر کیا اور ان دونوں کی اتباع کا حکم دیا۔(بحوالہ: إعلام الموقعین عن رب العالمین 4/107،ط العلمیۃ)

منہج سلف کی اتباع کا واضح طور پر وجوبی حکم بیان کرتے ہوئے شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں: کہ مذہب سلف کو ظاہر کرنا اور اس کی طرف نسبت کرنا اور اسے شعار بنانا کوئی عیب کی بات نہیں بلکہ اس کا قبول کرنا واجب ہے۔اس لئے کہ مذہب سلف حق ہی ہوتا ہے۔ (بحوالہ: مجموع فتاوی ابن تیمیۃ 4/149،)امام اوزاعی رحمہ اللہ نے وصیت کرتے ہوئے کہا تھا کہ: "فاصبر نفسك على السنة، وقف حيث وقف القوم وقل فيما قالوا وكف عما كفوا عنه، واسلك سبيل سلفك الصالح فإنه يسعك ما وسعهم" ترجمہ: تم

سنت پر صبر کیساتھ ڈٹے رہواور جہاں سلف رک گئے وہاں رک جاؤ، جوانہوں نے کہاوہی کہو جس چیز سے وہ باز آ گئے تم اس سے بھی باز رہواور سلف صالح کے راستے پر چلتے رہو اس لئے کہ جو چیزان کے لئے کافی ہوئی وہ بالیقین تمہارے لئے بھی کافی ہے،(بحوالۃ الشریعۃ للآجری 2/673ن دار الوطن الریاض)

اسی وجوب کی وجہ سے امام بربہاری رحمہ اللہ نے فرمایا کہ اہل الحق کی جماعت صحابہ کرام کے منہج پر قائم ہے انہیں اہل السنۃ والجماعہ کے نام سے جانا جاتا ہےلہٰذا جس نے ان سے اخذ وکسب اوران کے طریقے کواختیارنہیں کیا اس کے گمراہ اور بدعتی ہونے میں بھی کوئی شک باقی نہیں رہتا۔(بحوالۃ: شرح السنہ صفحہ نمبر 65)

ابوالقاسم التیمی رحمہ اللہ نے فرمایا: وشعار أهل السنة اتباعهم السلف الصالح، وتركهم كل ما هو مبتدع محدث (بحوالۃ الحجۃ فی بیان الحجۃ 1/395)، ترجمہ: اہل سنت والجماعت کا شعار ہر طرح کی بدعت ومحدَث سے دوری اورسلف صالحین کی اتباع کرنا ہے۔امام ابن بطۃ رحمہ اللہ نے فرمایا:فإني أجعَلُ أمام القول إيعاز النصيحة إلى إخواني المسلمين، بأن يَتَمَسَّكُوا بكتاب الله، وسنة رسوله واتباع السلف الصالح من الصحابة والتابعين، ومن بعدهم من علماء المسلمين، الذين شَرَحَ الله بالهدى صدورهم، وأنطق بالحكمة ألسنتهم، وَضَرَبَ عليهم سرادق عصمته، وأعاذهم من كيد إبليس وفتنته، وجعلهم رحمة وبركة على من اتبعهم. (بحوالۃ الإبانۃ عن شریعۃ الفرقۃ الناجیۃ 1/212.213) ترجمہ: ابن بطۃ رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ میں اپنے تمام مسلمان بھائی کونصیحت کرتا ہوں کہ کتاب اللہ اورسنت رسول کومضبوطی سے پکڑیں اورسلف صالحین کے منہج پر چلیں اوران کے بعدان علماء کی بات قبول کریں جن کے دلوں کواللہ تعالیٰ نے ہدایت کیلئے کھول دیایا وسیع کردیا اور جن کی زبانوں سے حکمتوں کے کلام نکالیں اور جن کوخطاء سے محفوظ رکھایاعصمت کے خیمہ میں رکھا (یعنی غلطی سے بچایا) اور ابلیس کے مکروفریب وفتنہ سے پناہ دیااور رحمت بنایاان لوگوں کیلئے جوان کی اتباع کریں اور بابرکت بنایا۔

محترم قارئین! اگر ہماری زندگی میں منہج سلف نہ ہو،طریقۂ سلف پراپنے فہم کوپیش کرنے کا داعیہ نہ ہو بلکہ اپنی عقل ودانش کاغرورہو"هم رجال ونحن رجال"کا نعرہ ہوتو آپ اپنے نفس کوشبہات،ردود،وجحد وانکارتحریف نصوص کے فتنوں میں پھنسا دیں گے۔قرآن وحدیث کی من مانی اور دل چاہی تفسیر وتشریح کردیں گے۔اور جادۂ سلف سے کوسوں دور ہوجائیں گے۔

اس لئے اگر آپ چاہتے ہیں کہ آپ کا دین محفوظ رہے،عقیدہ مضبوط رہےتو منہج سلف کوحرز جان سمجھئے۔اپنی زندگی کا انمول موتی سمجھئے، دنیا وآخرت کی بھلائی، فوز وفلاح صرف اورصرف منہج سلف ہی میں ہے۔گویا منہج سلف کی ضرورت اس لئے ہے تاکہ دین وشریعت خالص رہے۔ ہرطرح کی ملاوٹ سے پاک رہے۔بےآمیز رہے۔

آج کے اس پرفتن دور میں اگراللہ تعالیٰ نے کسی کومنہج سلف صالحین جواللہ کی وحی سے مستفادوماخوذ ہے، کےفہم کی

توفیق فرمادے تو یہ یقیناً ایک عظیم سعادت وبصیرت ہے، جو اخروی کامیابی کے لئے مطلوب ومقصود ہے۔

فتنہ کے دور میں منہج سلف پرتمسک ہی نجات کا واحد ذریعہ ہے:

علامہ صالح الفوزان حفظہ اللہ کہتے ہیں کہ ''اس پرفتن زمانہ میں خاص طور پر ہمیں اس منہج سلف کی سخت ضرورت ہے، کیونکہ فتنے شدید ہیں، دعاۃ ضلال کی کثرت ہے،لوگوں کے مابین شر وفساد کونشر کرنے کے وسائل کی بھی کثرت ہے، ان وسائل شر کے ذریعہ مفسدین ایک منٹ میں لوگوں کے گھروں اوران کے بیڈروم یا بستروں تک پہونچ کرانہیں ضلالت وگمراہی، اباحیت،شہوات محرمہ اور منحرف افکار فاسد خیالات کی دعوت دیتے ہیں۔ اسے وسعت نظری اورثقافت کا نام دے کر یہ کہنا چاہتے ہیں کہ آپ تنگ نظر اورمتشدد نہ رہیں،اس طرح کی باتوں سے یہ لوگ مسلمانوں کو منہج سلف اورعلم سلف سے دور کرنا چاہتے ہیں۔ واضح رہے کہ سلف کا طریقہ خلف والوں کے طریقہ سے کہیں زیادہ اسلم واعلم اوراحکم ہے، کیونکہ سلف صالحین کا علم کتاب وسنت کے چشمہ صافی سے ماخوذ علم ہے، جبکہ خلف کے علم میں آمیزش ہے،صاف چیزوں کے علاوہ بہت کچھ ملاوٹ بھی ہے،لیکن علم سلف ہرطرح کی آمیزش سے پاک وصاف ہے،سلف کی جتنی پرانی کتاب آپ دیکھیں گےاسے اتناہی آمیزش اورتکلفات سے پاک پائیں گے۔ چنانچہ علامہ ابن رجب رحمہ اللہ اپنی کتاب فضل علم السلف علی علم الخلف میں کہتے ہیں:"السَّلَفَ كَلامُهُمْ قَلِيلٌ، وَعِلْمُهُمْ غَزِيرٌ، وَالْخَلَفُ كلامهم كَثِيرٌ وَ عِلْمُهُم قَلِيل. سلف کا کلام تھوڑااورمختصر ہوا کرتا تھا، حالانکہ علم بڑا وسیع تھا، جبکہ خلف کے یہاں کلام زیادہ ہے، حالانکہ علم تھوڑا ہے۔

محترم قارئین! یہی وہ منہج سلف ہے جس کو صحیح طریقہ سے سیکھنے اور جاننے کے بعداس پرصبر کے ساتھ چلنے میں نجات ہے، اس کے بغیر ہمارے لئے نجات ممکن نہیں، منہج سلف کا علم صحیح طریقہ سے حاصل کرنے سے مراد یہ ہے کہ وہ تمام آمیزش اور ملاوٹ سے پاک ہو، کیونکہ سلف کی طرف کچھ باطل چیزیں بھی منسوب کی جاتی ہیں، حالانکہ اس کا تعلق منہج سلف سےنہیں ہوتالہذااس سے ہوشیار رہیں۔"

(بحوالہ۔ منہج السلف الصالح وحاجۃ الأمۃ إلیہ صفحہ نمبر 10 تا15)

معزز قارئین! جب حالات وظروف بگڑتے ہیں تو حقائق ان میں گم ہوجاتے ہیں، دین کے نام پرخرافات، خزعبلات واباطیل پرکشش بن جاتے ہیں، صلح کلی، 'سب سچا سب اچھا' کا نعرہ لگتا ہے اورمنہج حق،طریقۂ سلف اور مخلص دعاۃ پرعرصہ حیات تنگ کرنے کی کوشش ہوتی ہے۔ منہج کا استخفاف واستحقار کیا جاتا ہے اورسلفیت کو بدنام کرنے کی کوشش کی جاتی ہے، فتنے اور بگاڑ کے اس تاریخی نبض پر ہاتھ رکھئے جب سالہا سال کی یہودی ومجوسی،خارجی سازشیں کامیاب ہوئیں تو حضرت عمر وحضرت عثمان رضی اللہ عنہما کی شہادت کا سانحہ پیش آیا، فتنے وفساد کے دروازے کھلے حالات دگرگوں ہوئے، بہت سارے صحابہ کرام باحیات تھے،اس وقت کی اسلامی ریاست پرعلمی عملی وثقافتی طور پران کی مضبوط پکڑتھی، پھر بھی

خارجیت کے جراثیم پھیل گئے بہت سارے لوگوں نے خارجی فکر قبول کیا، تشیع کیلئے بھی بہت سے قلوب واذہان زرخیز بن گئے، جبر وقدر، تشبیہ وتعطیل، اعتزال، تجہم وارجاء کے مسائل پیدا ہوگئے، فکری اعتقادی، عملی ہر طرح کے فتنے کھڑے ہوگئے، افکار وخیالات بگڑ گئے، ذہنی انارکی اور غوغائیت ان کے دل ودماغ پر اسطرح قابض ہوئے کہ وہ گویا عقائد واعمال، منہج صحابہ کو مٹا کر ہی دم لیں گے۔ تو ذرا سوچئے ہم غربت اسلام کے کس دور میں ہیں؟، عہد رسالت سے کتنے بعید ہوگئے ہیں؟ اور آج جب کہ پوری دنیا اس صحیح دین کو مٹانے کے درپے ہے، منہج سلف کو ڈائنامائٹ کرنے کیلئے باضابطہ انجمن وتحریکیں وادارے قائم ہیں، روز وشب۔ علی مدار الساعۃ۔ سازشیں چل رہی ہیں فکری جنگ جاری ہے، نوع بنوع کی اسکیمیں، پروگرامس لانچ کئے جارہے ہیں۔ امر واقع تو یہ ہے کہ بھانت بھانت کے فتنوں نے مسلمانوں کو صحیح دین، درست منہج سے دور کردیا ہے، سو ایسے حالات میں ہمارا عقیدہ ہونا چاہئے کہ منہج سلف یا سلفیت ہی ہر زمان ومکان کیلئے موزوں ومناسب ہے اور یہ منہج اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے شمع ہدایت ہے بلکہ ہمارا امتیاز ہی منہج سلف ہے۔ امام مالک رحمہ اللہ نے فرمایا: "لا يُصلحُ آخرَ هذه الأمةِ إلاما أصلحَ أولَها" بعد کے لوگ اسی نہج پر چل کر کامیابی سے ہمکنار ہو سکتے ہیں، جس نہج پر اس امت کے اولین (سلف صالحین) نے چل کر کامیابی حاصل کی۔ اس امت کے اولین کو جس پر چل کر کامیابی حاصل ہوئی وہ ہے، کتاب اللہ اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع۔ چنانچہ اس امت کے بعد والے بھی تبھی کامیاب ہو سکتے ہیں جب اپنے سلف کے نہج پر چلتے ہوئے کامیابی کی تلاش کریں گے۔

لہٰذا ہم سب پر لازم ہےکہ منہج کے تئیں فکرمند ہوں، منہج کو زندہ کریں، ذاتی وشخصی مصالح ومفاد سے اوپر اٹھ کر فکر وخیالات اور موقف کی غلطیوں کو درست کریں۔ ہر ایک کے ساتھ سانٹھ گانٹھ اور نباہ کی کوشش نہ کریں، کیونکہ غلط افکار ومنہج کے حاملین کے ساتھ گٹھ جوڑ سے حقائق کو روند دیا جاتا ہے اور سچائیاں دم توڑ دیتی ہیں۔ نظام تربیت کو درست کریں، اپنی اولاد کو منہج سکھائیں، عقیدے کی درستگی کریں اور وسیع پیمانے پر منہج سلف کی نشر واشاعت کا اہتمام کریں جیسا کہ علامہ صالح الفوزان کہتے ہیں: "ولا يمكن إتباعهم بإحسان إلا بتعلم مذهبهم ومنهجهم وما يسيرون عليه، وأما مجرد الانتساب إلى السلف والسلفية من غير معرفة بها وبمنهجها فهذا لا يدرى شيئا؛ بل قد يضر، لابد من معرفة منهج السلف الصالح.

ولهذا كانت هذه الأمة تتدارس منهج السلف الصالح ويتناقلونه جيلا بعد جيل، فكان يدرس فى المساجد، ويدرس فى المدارس وفى المعاهد والكليات والجامعات، فهذا هو منهج السلف الصالح، وهذه الطريقة لمعرفتهم، أننا نتعلم منهج السلف الصالح الصافى مأخوذ من كتاب الله وسنة رسوله"

خلاصہ کلام یہ ہے کہ منہج سلف پر ہم مضبوطی کے ساتھ اس وقت تک نہیں چل سکتے ہیں جب تک ہم منہج کو اچھی طرح نہ

جان لیں اور اس کا علم نہ حاصل کر لیں۔ سلفیت کی طرف صرف نسبت سے کام نہیں چلے گا بلکہ سلفیت وسلفی منہج کا دراسہ ومطالعہ کرنا ضروری ہے، منہج کی معرفت اگر نہیں ہے تو محض سلفی نسبت کافی نہیں ہے بلکہ بغیر معرفت کے نقصاندہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس امت کے افراد علماء ودعاۃ وعوام اس منہج کو پڑھتے وپڑھاتے، سیکھتے اور سکھاتے رہتے تھے اور نسل درنسل منہج سلف کو منتقل کرتے رہتے تھے مدارس و جامعات میں پڑھائے جاتے تھے، مسجدوں اور جمعہ کے خطبوں وغیرہ میں بیان کئے جاتے تھے۔ بلکہ غلط منہج کی تشہیر کرنے والے اور اہل بدعت کے خلاف لکھتے تھے بولتے تھے مناظرہ کرتے تھے جیسا کہ امام احمد بن حنبل نے شیخ المعتزلۃ احمد بن ابی داود سے مناظرہ کیا ان کے شبہات، وباطل افکار کا رد کیا، عبدالعزیز کنانی نے بشر مریسی معتزلی سے بحث کرکے اس کا رد کیا، اسحاق بن راھویہ نے صفت نزول کے منکر کا رد کیا اور شیخ الاسلام علامہ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے تو پوری زندگی منہج حق اور سلفیت کے نشر واشاعت نیز مبتدعہ، اشاعرہ، صوفیہ وقبوریہ سے مناظرہ کرنے میں وقف کیا۔

(دیکھئے۔ المدخل إلی دراسۃ العقیدۃ الإسلامیۃ للدکتور أحمد بن عبدالرحمٰن بن عثمان القاضی صفحہ نمبر 77 تا 90)

اللہ تعالیٰ ہمیں منہج سلف پر چلنے اور اس کی نشر واشاعت کی توفیق عطا فرمائے آمین۔

☆☆☆

علم وہدایت کی مثال

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ہدایت اور علم کی مثال جس کے ساتھ اللہ نے مجھے بھیجا ہے اس بارش کے مانند ہے جو زمین کو پہنچے، پس اس زمین کا کچھ حصہ تو اچھا تھا جس نے پانی کو اپنے اندر جذب کر لیا اور گھاس نیز بہت سی سبزیاں اگائیں اور ایک حصہ اس کا غیر آباد (بنجر) تھا جس نے پانی تو جذب نہیں کیا روک لیا، پس اس پانی سے اللہ نے لوگوں کو فائدہ پہنچایا، لوگوں نے اس سے پانی پیا اور پلایا اور کھیتوں کو سیراب کیا اور وہ بارش زمین کے ایک اور حصہ کو بھی پہنچیں جو چٹیل میدان تھا جو پانی روکتا اور نہ گھاس اگاتا، پس یہ مثال ہے اس شخص کی جس نے اللہ کے دین میں سمجھ حاصل کی اور اس علم وہدایت سے اللہ نے اسے نفع پہنچایا جس کے ساتھ اللہ نے مجھے بھیجا، پس اس نے خود بھی دین سیکھا اور دوسروں کو بھی سکھایا اور یہ دوسری مثال اس شخص کی ہے جس نے اس علم وہدایت الٰہی کی طرف اپنا سر بھی نہیں اٹھایا اور نہ وہ ہدایت ہی قبول کی جس کے ساتھ مجھے بھیجا گیا۔

(بخاری ومسلم)

حدیث المُوتان (قیامت کی چھ نشانیوں والی روایت)

تحریرودراسۃ: عبدالعلیم بن عبدالحفیظ سلفی (سعودی عرب)

قیامت کی علامتوں سے متعلق ایک روایت جو حدیث کی مختلف کتابوں میں مختلف صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے اور مختلف اسناد کے ساتھ مروی ہے، اس کے اندر چھ علامتوں کا ذکر ہے، اور چونکہ اس کے اندر مذکور علامتوں میں سے ایک اہم علامت کثرت اموات سے متعلق بھی ہے اس لئے میں نے تغلیبا یا بغرض تسہیل اسے "حدیث المُوتان " کا نام دیا ہے۔ اس روایت سے متعلق مباحث اور تفصیلات یوں تو شروحات کی کتابوں میں بالتفصیل موجود ہیں، میں نے اردو قارئین کے افادہ اور استفادہ کے لئے اس سے متعلق بعض مباحث کو جمع کرنے کی کوشش کی ہے، اللہ رب العزت قبول فرمائے۔ وہوالموفق وبہ الاستعانۃ۔

صلب موضوع کی طرف آنے سے قبل بطور مقدمات چند امور کا ذکر ضروری ہے تاکہ اس سے متعلق بہت سارے امور پیش نظر رہیں اور موضوع کو سمجھنے میں آسانی ہو:

نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ رب العزت نے قیامت سے قبل چند علامتوں اور نشانیوں سے باخبر کردیا تھا، جس کا مقصد ایک تو آپ کی تائید اور آپ کی نبوت کے لئے دلیل اور علامات فراہم کرنا تھا، کیوں کہ یہ امور ان غیبیات میں سے ہیں جن کی معرفت ایک نبی کو ہی ہوسکتی ہے، جن سے اللہ رب العزت نے ان کو باخبر کیا ہو۔ اور دوسرا ان علامتوں کی وجہ سے ہم یہ سمجھ لیں کہ قیامت نہایت ہی قریب ہے اور ہمیں ہر طرح کے معاصی وگناہ سے بچتے ہوئے زیادہ سے زیادہ اعمال خیر کے ساتھ اپنے رب سے ملاقات کے لئے تیار ہوجانا چاہئے۔

اس موضوع سے متعلق روایتیں کتب احادیث و سیر میں مستقل اور متفرع ابواب میں مختصراً اور مفصلاً موجود ہیں۔ محدثین اور شارحینِ حدیث نے اپنی کتابوں میں ان علامات کے ظہور اور عدمِ ظہور سے متعلق بھی مفصل ذکر کردیا ہے۔ نیز اس ضمن میں بہت سارے علماء نے مستقل رسائل اور کتب بھی ترتیب دئے ہیں جو دنیا کی مختلف زبانوں میں مطبوع اور متداول ہیں، جیسے: الفتن للحافظ نعيم بن حماد المروزی، الملاحم لابن منادی، اتحاف الجماعة بما جاء فی الفتن والملاحم واشراط الساعة للتويجری، موسوعة أحاديث الفتن وأشراط الساعة لهمام عبدالرحيم سعيد و محمدهمام عبدالرحيم، كشف المنن فی علامات الساعة والملاحم والفتن لمحمود رجب حمادی الوليد، أشراط الساعة لعبدالله بن سليمان الغفيلی، نهاية العالم لمحمد العريفی، علامات

الساعة لسعيد اللحام، الصحيح المسند من أحاديث الفتن والملاحم وأشراط الساعة لمصطفى العدوی وغیرہم۔

قیامت اوراس کی نشانیاں:

قیامت ایک لاانکارحقیقت اورایمان کی چھ بنیادوں میں سے ایک ہے، جس کی تعبیرنصوص شریعت میں "الیوم الآخر "سے کی گئی ہے، الیوم الآخرکے علاوہ بھی اس کے بہت سارے نام مذکور ہیں، جیسے: یوم الآزفۃ: (وہ دن جو بہت قریب ہے)، یوم البعث: (مرنے کے بعد دوبارہ اٹھایاجانا)، یوم الجمع: (اکٹھا ہونے کا دن) ، یوم التغابن: (ہارجیت کا دن۔یا فریب خوردگی کا دن)، یوم الفزع الأکبر: (بڑی گھبراہٹ والا دن)، یوم الوعد: (وعدہ کا دن)، یوم التلاق: (ملاقات کا دن) ، یوم التناد: (نداء وپکارکادن)، یوم الحساب: (حساب وکتاب کادن)، الحاقۃ: (سچ مچ واقع ہونیوالادن/ امرالہی کےثبوت کادن)، یوم الحسرۃ: (حسرت اوررنج وافسوس کا دن)، یوم الخلود: (ہمیشہ رہنے کا دن)، یوم الخروج: (قبروں سے زندہ ہوکرنکلنے کا دن)، یوم القارعۃ: (کھڑکا دینے والی جو اپنی ہولنا کیوں سے لوگوں کو بیدارکردیگی) ،وغیرہ۔حافظ ابن حجرنےقرطبی اورغزالی کےحوالے سےتقریبااسی ناموں کا ذکرکیاہے۔(دیکھئے:فتح الباری: 11/396)۔اوربعض علماءنےتقریباسوناموں کاذکرکیاہے۔واللہ أعلم۔

قرآن مجید میں کثرت سےاور بارہا قیامت پرایمان لانے کا تذکرہ کیاگیاہے، اورچونکہ اس پر یقین وایمان ایمان کے بنیادی ارکان میں سے ایک ہےاس لئے اس پرایمان لائے بغیرایک مومن کاایمان مکمل نہیں ہوتا۔

قیامت کے وقوع کے لئے اللہ تبارک وتعالی نے کوئی وقت متعین نہیں رکھاہے، یہ علم غیبیات میں سے ہے جوصرف اسی کومعلوم ہے کہ اس کا وقوع کب ہوگا،اس کا علم اس نے نہ کسی مقرب فرشتے کو دیا ہےاور نہ ہی کسی نبی یا فردبشرکو،ارشادفرماتاہے:(يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّي لا يُجَلِّيهَا لِوَقْتِهَا إِلا هُوَ ثَقُلَتْ فِي السَّمَاوَاتِ وَالأَرْضِ لا تَأْتِيكُمْ إِلا بَغْتَةً يَسْأَلُونَكَ كَأَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللَّهِ وَلَكِنَّ أَكْثَرَ النَّاسِ لا يَعْلَمُونَ)۔(یہ لوگ آپ سےقیامت کےمتعلق سوال کرتے ہیں کہ اس کاوقوع کب ہوگا آپ فرمادیجئے کہ اس کاعلم صرف میرے رب ہی کے پاس ہے،اس کے وقت پر اس کوسوائے اللہ کے کوئی ظاہر نہ کرے گا، آسمانوں اور زمین میں بڑا بھاری (حادثہ) ہوگا، وہ تم پرمحض اچانک آپڑے گی۔ وہ آپ سے اس طرح پوچھتے ہیں جیسے گویا آپ اس کی تحقیقات کرچکے ہیں۔آپ فرمادیجئے کہ اس کا علم خاص اللہ ہی کے پاس ہے۔لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے)۔(الأعراف/187)۔

اورایک دوسری جگہ ارشادفرماتاہے:(يَسْأَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ قُلْ إِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللَّهِ وَمَا يُدْرِيكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُونُ قَرِيباً)لوگ آپ سے قیامت کے بارے میں سوال کرتے ہیں آپ کہہ دیجئے! کہ اس کاعلم تو اللہ ہی کو ہے، آپ کوکیا خبرممکن ہے قیامت بالکل ہی قریب ہو"۔(الأحزاب/ 63)۔نیز فرمایا:

(يَسْأَلُونَكَ عَنِ السَّاعَةِ أَيَّانَ مُرْسَاهَا *فِيمَ أَنتَ مِن ذِكْرَاهَا *إِلَى رَبِّكَ مُنتَهَاهَا *إِنَّمَا أَنتَ مُنذِرُ مَن يَخْشَاهَا) (لوگ آپ سے قیامت کے واقع ہونے کا وقت دریافت کرتے ہیں، آپ کو اس کے بیان کرنے سے کیا تعلق؟ اس کے علم کی انتہا تو اللہ کی جانب ہے۔آپ تو صرف اس سے ڈرتے رہنے والوں کو آگاہ کرنے والے ہیں جس روز یہ اسے دیکھ لیں گے تو ایسا معلوم ہوگا کہ صرف دن کا آخری حصہ یا اول حصہ ہی (دنیا میں) رہے ہیں)۔ (النازعات/45-42)۔اور ایک دوسری جگہ ارشاد فرمایا: (إِنَّ اللّٰهَ عِندَهُ عِلْمُ السَّاعَةِ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْأَرْحَامِ)بیشک اللہ تعالیٰ ہی کے پاس قیامت کا علم ہے وہی بارش نازل فرماتا ہے اور ماں کے پیٹ میں جو ہے اسے جانتا ہے)۔(لقمان/34)۔

اور صحیح مسلم کے اندر جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں: کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے، آپ کی وفات سے ایک مہینہ پہلے فرماتے ہوئے سنا: "تسألوني عن الساعة، وإنما علمها عند الله، وأقسم بالله ما على الأرض من نفس منفوسة تأتي عليها مائة سنة " "تم مجھ سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہو قیامت کا علم تو اللہ کو ہے اور میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھاتا ہوں کہ روئے زمین پر کوئی جان نہیں جس پر(آج کی تاریخ سے) سو برس تمام ہوں اور وہ زندہ رہے "(صحیح مسلم/2538)۔

چنانچہ جب بھی اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں سوال ہوتا آپ اس سے اپنی لاعلمی کا اظہار فرماتے،البتہ اللہ رب العزت نے آپ کو اس کی کچھ علامتیں بتادی تھیں جنہیں آپ وقتا فوقتا لوگوں کو بتایا کرتے،جس کے مقاصد کا ذکر چند سطور قبل ہوا ہے۔

جب جبریل علیہ السلام نے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے اس سلسلے میں دریافت کیا تو آپ نے فرمایا: "ما المَسْئُولُ عَنْهَا بأَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ " "جس سے پوچھا جارہا ہے وہ پوچھنے والے سے زیادہ علم نہیں رکھتا"۔

پھر جب اس کی نشانیوں کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا:"أن تلد الامة ربتها،وان ترى الحفاة العراة العالة رعاء الشاء، يتطاولون فى البنيان"۔ "ایک نشانی یہ ہے کہ لونڈی اپنی مالکہ کو جنے گی۔دوسری نشانی یہ ہے کہ ننگوں کو جن کے پاؤں میں جوتا نہ تھا،تن پہ کپڑا نہ تھا،کنگال تھے ان کو دیکھو گے کہ وہ بڑی بڑی عمارتیں بنا رہے ہیں(صحیح مسلم/ 8 ،سنن ابی داود/ 4695،سنن الترمذی / 2610،سنن النسائی / 4993،مسند احمد: 1/52 عن عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ،اسی معنی کی روایت صحیح بخاری/50، 4777 صحیح مسلم/9، 10اور سنن ابن ماجہ/ 64، 4044وغیرہ کے اندر ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے)۔

قیامت کی نشانیوں پر یقین ایمان کا جزء ہے:

جیسا کہ پہلے بیان ہوا قیامت پر ایمان ایمان کا جزو ہے اس کے بغیر کسی بھی آدمی کا ایمان مکمل نہیں ہوتا اسی طرح اس کی ہر علامت اور خبر جس کے وقوع سے متعلق اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے خبر دی ہے اور وہ صحیح سند سے ہم تک پہنچی ہو اس پر یقین ہمارے ایمان کا حصہ اور رسول

اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کی گواہی کا مقتضی ہے، اللہ تعالی ارشادفرماتا ہے:(وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَى *إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى) ۔(اوروہ اپنی خواہش سے کوئی بات نہیں کہتے ہیں، وہ تو وحی ہوتی ہے جو آپ کی طرف اتاری گئی ہوتی ہے)۔(النجم/ 4-3)، نیزایک دوسری جگہ ارشادفرماتا ہے:(وَمَا آتَاكُمُ الرَّسُولُ فَخُذُوهُ وَمَا نَهَاكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوا) (تمہیں جو کچھ رسول دیں لیلو اور جس سے روکیں رک جاؤ)۔(الحشر/ 7)۔

چنانچہ ہر وہ خبر جو صحیح سند کے ساتھ ہم تک پہنچی ہو اس پر ایمان لانا واجب ہے، ہماری عقل اس کا ادراک کرے یا نہ کرے، حذیفہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشادفرمایا: "لقد خطبنا النبي صلى الله عليه وسلم خطبة ما ترك فيها شيئاً إلى قيام الساعة إلا ذكره، عَلِمَهُ مَنْ عَلِمَه وَجَهِلَهُ مَنْ جَهِلَهُ، إن كنت لأرى الشيء قد نسيت فأعرفه كما يعرف الرجلُ الرجلَ إذا غاب عنه فرآه فعرفه "۔"نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں ایک خطبہ دیا اور قیامت تک کوئی (دینی) چیز ایسی نہیں چھوڑی جس کا بیان نہ کیا ہو، جسے یاد رکھنا تھا اس نے یاد رکھا اور جسے بھولنا تھا وہ بھول گیا، جب میں ان کی کوئی چیز دیکھتا ہوں جسے میں بھول چکا ہوں تو اس طرح اسے پہچان لیتا ہوں جس طرح وہ شخص جس کی کوئی چیز گم ہوگئی ہو کہ جب وہ اسے دیکھتا ہے تو فوراً پہچان لیتا ہے"۔ (صحیح البخاری/ 6604، صحیح مسلم/ 2891، سنن ابی داود/ 4240)۔

اسی طرح عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے: "قام فينا النبي صلى الله عليه وسلم مقاماً، فأخبرنا عن بدء الخلق حتى دخل أهل الجنة منازلهم وأهل النار منازلهم، حَفِظَ ذلك مَنْ حَفِظَهُ وَنَسِيَهُ مَنْ نَسِيَهُ"۔ "ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے منبر پر کھڑے ہو کر ہمیں وعظ فرمایا اور ابتدائے خلق کے بارے میں ہمیں خبر دی۔ یہاں تک کہ جب جنت والے اپنی منزلوں میں داخل ہو جائیں گے اور جہنم والے اپنے ٹھکانوں کو پہنچ جائیں گے (وہاں تک ساری تفصیل کو آپ نے بیان فرمادیا) جسے اس حدیث کو یاد رکھنا تھا اس نے یاد رکھا اور جسے بھولنا تھا وہ بھول گیا"۔(صحیح بخاری/ 3192)۔

اس معنی کی اور بھی کئی روایتیں ہیں۔

اسی طرح وقوع علامات کا تعلق ایمان بالقدر خیرہ وشرہ (اچھی بری تقدیر پر ایمان) سے بھی ہے جو ایمان کے اہم ارکان میں سے ایک ہے۔

قیامت کی نشانیوں کی قسمیں:

یوں تو قیامت کی بیشمار نشانیاں ہیں، جن میں سے کچھ کا وقوع ہو چکا ہے اور کچھ جلد یا بدیر واقع ہونے والی ہیں، ان علامات ونشانیوں سے متعلق روایتوں کو محدثین نے اپنی کتابوں کے اندر فتن، ملاحم، دلائل النبوۃ اور علامات الساعۃ وغیرہ کے ابواب کے تحت ذکر کیا ہے ۔ نیز کچھ راویتیں کسی فقہی مسئلہ کے استنباط کے ضمن میں بھی مذکور ہیں۔

قیامت کی نشانیوں کی بنیادی طور پر دو قسمیں ہیں

علامات کبری (بڑی نشانیاں) اورعلامات صغری (چھوٹی نشانیاں)۔

علامات کبری: وہ نشانیاں ہیں جو غیر متوقع، خلاف عادت اور قیامت سے قریب تر زمانے میں ظاہر ہوں گی، یعنی ان کے ظہور کے بعد قیامت کے واقع ہونے میں زیادہ دیر نہیں لگے گی، اور یہ نشانیاں بھی ایک کے بعد ایک لگا تار ظاہر ہوں گی، ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "خُـروجُ الآيـاتِ بـعـضُهـا عـلـى إِثْرِ بعضٍ، يَتَتَابَعْنَ كما تَتَابَعُ الخَرَزُ في النِّظامِ" "نشانیاں ایک کے بعد ایک اس طرح ظاہر ہوں گی جیسے دھاگوں میں ایک کے بعد ایک موتی پروئے جاتے ہیں" (المجالسة للدینوری/ 2156، المعجم الاوسط للطبرانی / 4271، ابن حبان/ 3833، علامہ البانی نے صحیح الجامع / 3227 کے اندر اسے صحیح قرار دیا ہے)۔

علامات صغری: قیامت سے قبل کی وہ چھوٹی علامتیں ہیں جن کی تعداد بے شمار ہیں یہ علامتیں بعثت نبوی سے لے کر قیامت کے وقوع کے قبل تک پھیلی ہوئی ہیں اور ان کا ذکر نصوص میں جگہ بجگہ موجود ہے، انہیں ہم تین قسموں میں تقسیم کرسکتے ہیں:

۱- جن کا وقوع ہو چکا ہے، ان میں وہ علامتیں جو اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اور آپ کے بعد ظاہر ہوئیں، نیز ان میں کچھ ایسی علامتیں ہیں جو بار بار واقع ہوتی ہیں (جو بروقت جاری ہیں اور جن کا وقوع باقی ہے)۔

۲- ان میں کچھ علامتیں ایسی ہیں جو کسی زمانے کے ساتھ خاص اور مرتبط ہیں۔

۳- اور جو کسی وقت اور زمانے کے ساتھ مرتبط نہیں ہیں۔

واضح رہے کہ قیامت کی چھوٹی نشانیوں کے ظہور کے بعد بھی بندے کے لئے توبہ کا دروازہ کھلا رہتا ہے، جب کہ سورج کے مغرب سے طلوع ہونے کے بعد توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا۔

اسی طرح کچھ علماء نے ان نشانیوں کو مندرجہ ذیل تین اقسام پر تقسیم کیا ہے:

اول: وہ علامتیں جن کا ظہور جس طرح اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے ہو چکا ہے۔

دوم: وہ علامتیں جن کے مبادی شروع ہو چکے ہیں اور جو لگا تار جاری ہیں اور ان میں اضافہ بھی ہو رہا ہے۔

سوم: وہ علامتیں جن کا ظہور اب تک نہیں ہوا ہے، اور وہ علامات کبری ہیں۔

علامات کبری کی قسمیں: ظہور ورؤیت کے اعتبار سے بعض علماء نے ان علامات (علامات کبری) کی دو قسمیں قرار دی ہے:

پہلی: وہ علامتیں جنہیں مومنین بھی دیکھیں گے، جیسے: ظہور الدجال، نزول عیسی علیہ السلام، خروج یاجوج وماجوج، سورج کا مغرب سے طلوع ہونا، خروج الدابۃ اور دخان یعنی دھواں کا نکلنا۔

دوسری: وہ علامتیں جنہیں صرف کفار ہی دیکھیں گے، جیسے: مشرق ومغرب اور جزیرۃ العرب میں زمین کا

دھنسنا، اور یمن سے آگ کا نکل کر لوگوں کو میدان محشر میں لے جانا۔

علامات کبری یعنی قیامت کی بڑی نشانیاں:

علامات القیامۃ الکبری یعنی قیامت کی بڑی نشانیاں دس ہیں جن کا ذکر احادیث میں مذکور ہے۔ یہاں یہ واضح رہے کہ ان علامات کی باعتبار وقت وزمانہ ترتیب کیا ہوگی اس کے بارے میں علماء کی مختلف آراء ہیں، یہ اس لئے کہ کوئی ایسی نص صریح نہیں ہے جو ان کی بیان وصراحت کے ساتھ ترتیب کے لئے قاطع ہو، کیونکہ ہر روایت کے اندر مختلف ترتیب کا ذکر ہے، خود ان علامات سے متعلق حذیفہ بن الیمان رضی اللہ عنہ کی روایت میں ترتیب میں فرق ہے۔ اس سلسلے میں فتح الباری للحافظ ابن حجر، تحفة الاحوذی للمبارکفوری، التذكرة بأحوال الموتى وأمور الآخرة للامام القرطبی (متوفی 671ھ) کا مطالعہ مفید ہے۔

ان دس نشانیوں کا ذکر حذیفہ بن اسید کی روایت میں ہے فرماتے ہیں کہ: ہم لوگ کچھ باتیں کر رہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے پاس تشریف لائے، اور پوچھا: "تمہارے درمیان کیا باتیں ہو رہی تھیں؟ "تو ہم نے کہا: ہم قیامت کا ذکر کر رہے تھے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "إِنَّهَا لَنْ تَقُومَ حَتَّى تَرَوْنَ قَبْلَهَا عَشْرَ آيَاتٍ، فَذَكَرَ الدُّخَانَ، وَالدَّجَّالَ، وَالدَّابَّةَ، وَطُلُوعَ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا، وَنُزُولَ عِيسَى ابْنِ مَرْيَمَ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، وَيَأْجُوجَ وَمَأْجُوجَ، وَثَلَاثَةَ خُسُوفٍ خَسْفٌ بِالْمَشْرِقِ، وَخَسْفٌ بِالْمَغْرِبِ، وَخَسْفٌ بِجَزِيرَةِ الْعَرَبِ، وَآخِرُ ذَلِكَ نَارٌ تَخْرُجُ مِنَ الْيَمَنِ تَطْرُدُ النَّاسَ إِلَى مَحْشَرِهِمْ"۔ (صحیح مسلم/ 2901، سنن ابی داود/ 4311، سنن الترمذی/ 2183، سنن ابن ماجۃ/ 4041، 4055)۔ "قیامت اس وقت تک قائم نہ ہوگی جب تک اس سے پہلے دس نشانیاں نہ دیکھ لو"۔ پھر آپ نے (ان کا ذکر کیا اور وہ ہیں:) دخان (دھوئیں کا نکلنا)، دجال کا ظاہر ہونا، دابۃ (زمین کے جانور) کا نکلنا، پچھم سے سورج کا نکلنا، عیسیٰ علیہ السلام کا اترنا، یاجوج وماجوج کا نکلنا، اور تین جگہ خسف ہونا (زمین دھنسنا)، جن میں ایک مشرق میں، دوسرے مغرب میں، اور تیسرے جزیرۂ عرب، اور ان سب نشانیوں کے بعد ایک آگ پیدا ہوگی جو لوگوں کو یمن سے نکالے گی اور ہانکتی ہوئی محشر کی طرف لے جائے گی"۔

ظہور مہدی:

مہدی کے ظہور کو علامات کبری یا علامات صغری میں شمار کیا جائے؟ اس سلسلے میں واضح نص نہ ہونے کی وجہ سے علماء کے مابین اختلاف ہے، بعض نے علامت کبری میں شمار کیا ہے اور بعض نے علامات صغری میں۔

ان سے متعلق احادیث صحیحہ میں وارد نصوص کے مطابق چند باتیں مختصراً درج ذیل ہیں:

امام مہدی کا نام محمد بن عبداللہ یا احمد بن عبداللہ ہوگا وہ اہل بیت میں سے فاطمہ رضی اللہ عنہا کی ذریت میں سے ہوں گے، اکثر علماء نے لکھا ہے کہ والد کی طرف سے حسن رضی اللہ عنہ کی نسل سے اور والدہ کی طرف سے حسین رضی

اللہ عنہ کی نسل سے ہوں گے۔(دیکھئے: القول المختصر فی علامات المهدی المنتظر لابن حجر الہیثمی ص 27) ۔عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:"لا تـنـقـضى الأيـامُ ولا يـذهـبُ الـدهرُ حتى يملكَ العربَ رجلٌ من أهلِ بيتى اسمُهُ يُواطىءُ اسمى "۔"دنیا نہیں جائے گی یا ختم نہیں ہوگی تا آنکہ عربوں کا مالک ایک ایسا شخص ہو جائے جو میرے اہل بیت میں سے ہوگا اس کا نام میرے نام کے موافق ہوگا "(سنن ابی داود/ 4282،سنن ترمذی / 2230،مسند احمد: 6/139 علامہ البانی نے صحیح سنن ابی داود کے اندر اس کی تصحیح کی ہے۔)۔

ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہا کہتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: الْـمَهْـدِيُّ مِـنْ عِتْـرَتِـى مِـنْ وَلَدِ فَاطِمَةَ" مہدی میری نسل سے فاطمہ کی اولاد میں سے ہوں گے"۔"(ابوداود/ 4284، ابن ماجہ/ 4086 علامہ البانی نے اس کی تصحیح کی ہے)۔

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا: "يَخْرُجُ فِى آخِرِ أُمَّتِى الْمَهْدِيُّ يَسْقِيهِ اللَّـهُ الْغَيْثَ، وَتُخْرِجُ الْأَرْضُ نَبَاتَهَا، وَيُعْطِي الْمَالَ صِحَاحًا، وَتَكْثُرُ الْـمَاشِيَةُ وَتَـعْـظُمُ الْأُمَّةُ، يَعِيشُ سَبْعًا أَوْ ثَمَانِيًا "۔(میری امت کے آخر میں مہدی آئیں گے جنہیں اللہ تعالی بارش سے سیراب کریگا، زمین ہریالی لائیگی، لوگوں کو مال برابر برابر تقسیم کریں گے، چوپایوں کی کثرت ہوگی، امت کا وقار بڑھیگا، اور سات یا آٹھ سال زندہ رہیں گے"۔"(مستدرک الحاکم 601 /4وقال: "ہذا حدیث صحیح الإسناد ولم یخرجاہ "، امام ذہبی نے ان کی موافقت کی ہے اور علامہ البانی نے صحیح قرار دیا ہے۔دیکھئے: سلسلۃ الأحادیث الصحیحۃ / 711)۔

اور ابوداود کی روایت میں ہے:"الْـمَهْـدِيُّ مِـنِّـى أَجْـلَـى الْـجَبْهَةِ أَقْـنَى الْأَنْفِ يَمْلَأُ الْأَرْضَ قِسْطًا وَعَـدْلًا كَـمَـا مُـلِـئَـتْ جَـوْرًا وَظُلْمًا يَمْلِكُ سَبْعَ سِـنِـيـنَ "۔"مہدی میری اولاد میں سے کشادہ پیشانی، اونچی ناک والے ہوں گے، وہ روئے زمین کو عدل و انصاف سے بھر دیں گے، جیسے کہ وہ ظلم و جور سے بھر دی گئی ہے، ان کی حکومت سات سال تک رہے گی"۔(سنن ابوداود/ 4285،علامہ البانی نے اس کو حسن قرار دیا ہے)۔

ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت ہے فرماتے ہیں کہ: ہم اس بات سے ڈرے کہ ہمارے نبی کے بعد کچھ حادثات پیش آئیں، لہٰذا ہم نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو آپ نے فرمایا: "إِنَّ فِـى أُمَّتِى الْـمَهْـدِيَّ يَـخْـرُجُ يَعِيشُ خَمْسًا، أَوْ سَبْعًا، أَوْ تِسْعًا "، زَيْدٌ الشَّـاكُّ، قَـالَ: قُلْنَا: وَمَا ذَاكَ؟ قَالَ: "سِنِينَ "، قَالَ: "فَيَجِيءُ إِلَيْهِ رَجُلٌ، فَيَقُولُ: يَا مَهْدِيُّ، أَعْـطِـنِـي أَعْـطِـنِـي، قَالَ: فَيَحْثِي لَهُ فِي ثَوْبِهِ مَا اسْتَـطَـاعَ أَنْ يَحْمِلَه " "میری امت میں مہدی ہیں جو نکلیں گے اور پانچ، سات یا نو تک زندہ رہیں گے، (اس گنتی میں زید العمی کی طرف سے شک ہوا ہے)، راوی کہتے ہیں: ہم نے عرض کیا: ان گنتیوں سے کیا مراد ہے؟ فرمایا:

"سال" (آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے) فرمایا: "پھران کے پاس ایک آدمی آئے گا اور کہے گا: مہدی ! مجھے دیجئے ، مجھے دیجئے ،آپ نے فرمایا: "وہ اس آدمی کے کپڑے میں (دینار و درہم) اتنا رکھ دیں گے کہ وہ اٹھا نہ سکے گا"۔(سنن الترمذی/ 2232، وأحمد: 17/254 رقم/ 11163 صحیح سنن ابن ماجہ/ 4083اور صحیح سنن الترمذی کے اندر علامہ البانی نے اس روایت کو حسن قرار دیا ہے، جبکہ ضعیف الجامع / 275 کے اندر ضعیف قرار دیا ہے)۔سنن ابن ماجہ 4083)) اور صحیح مسلم (2914)) کے اندر الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ اسی معنی کی روایتیں موجود ہیں۔

اور علی رضی اللہ عنہ کی روایت میں ہے: "الْـمَهْـدِيُّ مِـنَّـا أَهْلَ الْبَيْتِ، يُصْلِحُهُ اللَّهُ فِي لَيْلَةٍ "۔"مہدی ہم اہل بیت میں سے ہوں گے، اور اللہ تعالیٰ ایک ہی رات میں ان کو صالح بنا دے گا"۔(سنن ابن ماجۃ/ 4085، مسند احمد: 74 /2، علامہ البانی نے صحیح قرار دیا ہے، دیکھئے: سلسلۃ الاحادیث الصحیحۃ/ 2371 وصحیح الجامع/ 6735)۔

(ایک رات میں درست فرمانے کا مطلب یہ ہیکہ اچانک توبہ کی توفیق ملے گی اور وہ نیک ہوجائے گا، یا یہ کہ اس میں اچانک قائدانہ صلاحیتیں بیدار ہوجائیں گی اور وہ حکمرانی کے لائق ہوجائے گا۔)

ابونضرہ سے روایت ہے، وہ کہتے ہیں کہ ہم لوگ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ کے پاس تھے، انہوں نے کہا: " قریب ہے عراق والوں کے قفیز (غلہ ناپنے کا آلہ)اور درہم نہ آئیں۔ہم نے کہا: کس سبب سے؟ انہوں نے کہا: عجم کے لوگ اس کو روک لیں گے۔ پھر کہا: قریب ہے کہ شام والوں کے پاس دینار اور مدی (غلہ ناپنے کا آلہ) نہ آئے ہم نے کہا: کس سبب سے؟ انہوں نے کہا: روم والے لوگ روک لیں گے۔ پھر تھوڑی دیر چپ ہو رہے، بعد اس کے کہا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میری اخیر امت میں ایک خلیفہ ہوگا جو لپ بھر بھر کر (لوگوں کو) مال دے گا اور اس کو شمار نہ کرے گا۔ "جریر نے کہا: میں نے ابونضرہ اور ابوالعلاء سے پوچھا: کیا تم سمجھتے ہو کہ یہ خلیفہ عمر بن عبدالعزیز ہے؟ انہوں نے کہا: نہیں ۔(صحیح مسلم / 2913)۔ (بلکہ یہ امام مہدی ہیں جو امت کے اخیر زمانے میں پیدا ہوں گے۔عمر بن عبدالعزیز تو اوائل میں سے تھے)۔

مہدی علیہ السلام کے نام، نسب، جائے ولادت، صفات، بالتحدید ان کا ظہور کہاں ہوگا، اور بیعت وغیرہ سے متعلق بے شمار روایتیں وارد ہیں لیکن ان میں زیادہ تر غیر ثابت شدہ ہیں، ہم انہیں عقائد پر ایمان کے مکلّف ہیں جو اس معاملے میں صحیح اسناد کے ساتھ ہم تک مروی ہیں۔

قیامت کی چھوٹی نشانیاں:

علامات القیامۃ الصغری یعنی قیامت کی چھوٹی نشانیاں بے شمار ہیں جن کا ذکر وبیان احادیث کی کتابوں میں مختلف اسلوب وانداز میں موجود ہے، ان سب کو دلائل اور مصادر کے ساتھ بیان کرنے کے لئے ایک مستقل کتاب درکار ہوگی، سردست ان میں سے کچھ کا مجملا ذکر ذیل میں کیا جارہا ہے:

بعثت نبوی، وفات نبوی، شق القمر، صحابہ کرام کی

وفات، بیت المقدس کی فتح، فتنوں کا بکثرت ظہور، خوارج کا ظہور، جنگ صفین، جھوٹے مدعیان نبوت، خوشحالی اور عیش پرستی کا عام ہو جانا، حجاز سے آگ کا نکلنا، ترکوں کی جنگ، لوگوں پر کوڑے برسانے والے ظالموں کا ظہور، قتل و خونریزی کی کثرت، امانت کا دلوں سے اٹھ جانا، گزشتہ اقوام کی اندھی تقلید، باندی کا آقا جننا (ماں کی نافرمانی کا عام ہونا)، بے حیائی اور عریانیت کا عام ہونا، کم حیثیت اور چرواہوں دیہاتیوں کا اونچی اونچی عمارتیں بنوانا، خاص اور بڑے لوگوں کی بندگی، تجارت کا خوب زیادہ عام ہو جانا، شوہر کی تجارت میں بیوی کا شریک ہونا، بعض تاجروں کا پوری منڈی پر قابض ہونا، جھوٹی گواہی دینا، حق کی گواہی کا چھپانا، جہالت کا عام ہونا، بخل کا عام ہونا، قطع رحمی، پڑوسیوں کے ساتھ بدسلوکی، فحش عام ہونا، امانت دار کا خیانت کرنا اور خائن کا امانت داری کرنا، پہاڑی بکروں کا ہلاک ہونا، حلال وحرام مال کی تمیز کا ختم ہو جانا، مال غنیمت کو دولت سمجھا جانے لگنا، امانت کے مال کو غنیمت کا مال سمجھنا، زکوۃ کو خراج اور ٹیکس کی طرح بوجھ سمجھنا، دنیوی مفادات کے لیے علم حاصل کرنا، بیوی کی فرماں برداری اور ماں کی نافرمانی، دوستوں سے قربت اور والدین سے دوری، مسجدوں میں شور وغل، قبیلوں پر فاسقوں کی سرداری قائم ہو جانا، سب سے گھٹیا اور ذلیل شخص کا قوم کا لیڈر اور رہنما بننا، لوگوں کے ڈر کی وجہ سے ان کی عزت کرنا، آزاد کو (غلامی کے لیے) حلال سمجھنا، مردوں کے لیے ریشم کو حلال سمجھا جانے لگنا، گانے بجانے کے آلات کا جائز سمجھا جانے لگنا، لوگوں کا موت کی تمنا کرنے لگنا، ایسا زمانہ آنا جس میں آدمی کا صبح مومن رہنا اور شام تک کافر ہو جانا، مساجد کی حد سے زیادہ ظاہری زیبائش وآرائش کا ہونا، گھروں کو خوب شاندار بنوانا، قیامت کے قریب بہت زیادہ بجلی گرنا، تحریر و کتابت کا خوب زیادہ عام ہو جانا، محض چرب زبانی اور فخریہ کلام سے مال کمانا، قرآن کے سوا دیگر کتابوں کا خوب عام ہو جانا، قاریوں کی کثرت اور علما وفقہا کی قلت، کم علم والوں کے پاس علم حاصل کرنا، اچانک موت کا بڑھ جانا، سو سال کے اندر اس وقت (جب اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمایا) موجود سارے لوگوں کا مر جانا، بیوقوف لوگوں کا حاکم بن جانا، زمانہ کا قریب ہو جانا (دن و سال تیزی سے گزرتا محسوس ہونا)، رویبضہ (حقیر اور کمینے آدمی) کا لوگوں کے عام انتظام میں مداخلت کرنا)۔(سنن ابن ماجۃ/ 4036 علامہ البانی نے اسے صحیح قرار دیا ہے)۔) آزاد کردہ غلام جہجاہ (یا جہجل) کے ہاتھ میں اقتدار آنا۔ (صحیح مسلم/ 2911) نسلی کمینے شخص کا دنیا کا سب سے نیک بخت انسان بن جانا، مساجد کو راستہ اور گزرگاہ بنا لینا، مہر کا بہت زیادہ پھر بہت کم ہو جانا، قریب قریب بازار بن جانا، دیگر اقوام کا مسلم قوم پر غالب آ جانا، نماز کی امامت کے لیے لوگوں کا آپس میں جھگڑنا، مومن شخص کے خواب کا سچ ہونا، جھوٹ کا عام ہونا، لوگوں میں دھوکا دہی اور چالاکی کا عام ہونا، زلزلوں کی کثرت، عورتوں کی کثرت، مردوں کی قلت، عورتوں کے ساتھ کھلم کھلا فحش و بدکاری، قرآن پر اجرت کا لیا جانا، لوگوں میں موٹاپا زیادہ ہونا، ایسے لوگوں کا ہونا جو خود گواہی دیں گے لیکن دوسروں کی گواہی قبول نہیں کریں گے، ایسے لوگوں کا ہونا جو دوسروں کو کسی کام سے

روکیں گے اور خود ہی کام کریں گے، طاقتور کا کمزور پر ظلم کرنا، اللہ کی شریعت کے مطابق فیصلہ کا نہ ہونا، رومیوں کی کثرت اور عربوں کی قلت ہونا، نئی نئی سواریوں کا آنا، زمین سے طرح طرح کے خزانے اور معدنیات کا نکلنا، زمین کا دھنسنا، لوگوں میں مال کی بہتات ہونا، تہمت و بہتان کو جائز سمجھا جانے لگنا، ایسا زمانہ آجانا جس میں فسق و فجور یا عاجز رہنے میں سے کسی ایک کو اختیار کرنا پڑے۔ قرآن کو مزمار بنانا (یعنی قرآن کی تلاوت کرتے وقت خوب اور بتکلف غنائیت اختیار کرنا)، قرآن کا دلوں اور مصاحف سے اٹھ جانا، حج وعمرہ کا معطل ہوجانا، ذوالخلصہ نامی بت کے گرد قبیلہ دوس کی عورتوں کا رقص کرنا۔ وغیرہ۔

(جاری)

☆☆☆

صلہ رحمی کی فضیلت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا، جب وہ ان کی پیدائش سے فارغ ہوا تو رحم (رشتہ) نے کھڑے ہوکر کہا، یہ اس شخص کا مقام ہے جو قطع رحمی سے تجھ سے پناہ مانگے؟ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ہاں، کیا تو اس بات پر راضی نہیں کہ میں اس سے (تعلق) جوڑوں جو تجھ سے جوڑے اور اس سے قطع (تعلق) کرلوں جو تجھے قطع کرے (توڑے)، رشتے (رحم) نے کہا: کیوں نہیں، (ایسا ہی ہونا چاہئے)۔ اللہ نے فرمایا: پس یہ تیرے لئے ہے (یعنی ایسا ہی ہوگا) پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم چاہو تو (اس کی تائید میں یہ آیات قرآنی) پڑھ لو" تو یقیناً قریب ہے کہ جب تم کو اقتدار ملے تو تم زمین میں فساد پھیلاؤ اور اپنے رحموں (رشتوں) کو کاٹو، یہی وہ لوگ ہیں جن پر اللہ نے لعنت فرمائی اور انہیں بہرا اور اندھا کردیا۔ (سورہ محمد:۲۲،۲۳)

(بخاری ومسلم)

پختہ قبر کی شرعی حیثیت

محمد ہاشم بشیر احمد تیمی
استاذ جامعۃ الامام ابن تیمیہ

بلا شبہ اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کو 'خیر امت' اور 'امت وسط' بنایا ہے، دین اسلام وسطیت ومیانہ روی اور اعتدال وتوازن کا حامل ہے۔ یہ مذہب گمراہی کے دونوں سرے غلو اور تقصیر سے محفوظ ہے۔

انسان کے ازلی دشمن شیطان کی ہمیشہ یہ خواہش ہوتی ہے کہ وہ انسان کو کسی نہ کسی گمراہی میں مبتلا کردے۔ یا تو انسان کو دین پسندی ودینداری سے دور کرکے تفریط وتقصیر کا شکار بنادے۔ یا دینداری کے جذبات کا ناروا استعمال کرکے اسے افراط اور غلو میں مبتلا کردے۔

واضح رہے کہ تفریط وتقصیر کے مقابلے میں افراط اور غلو زیادہ خطرناک ہے۔ کیونکہ افراط وتقصیر میں عموماً غلطی کا احساس ہوتا ہے اور اس لئے توبہ کی بھی توقع ہوتی ہے۔ اس کے برخلاف غلو میں مبتلا شخص اپنے کو برحق سمجھتا ہے۔ بزعم خود اپنی دینداری میں مست اور مگن ہوتا ہے۔ جب کہ درحقیقت راہ حق اور صراط مستقیم سے وہ دور جاچکا ہوتا ہے۔ کیونکہ صراط مستقیم ہر افراط وتفریط سے پاک ہے۔ قرآن مجید، سنت صحیحہ اور سلف صالحین کی روش ہر غلو سے روکتی ہے۔

زیر نظر مضمون 'پختہ قبر کی شرعی حیثیت' دراصل اس کا تعلق اسی غلو اور شخصیت پرستی سے ہے، جو کہ شریعت اسلامیہ میں یہ عمل سراسر غلط اور حرام ہے۔

چنانچہ صورت مذکورہ یعنی قبروں کو پختہ بنانے کے تعلق سے جب ہم شرعی نصوص اور کتاب وسنت کے دلائل پر تحقیقی نگاہ ڈالتے ہیں تو یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہوجاتی ہے کہ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں قبروں کو پختہ بنانا یا ان پر کسی طرح کی کوئی تعمیر کرنا جائز اور درست نہیں ہے، اللہ کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ رسالت، عہد صحابہ اور قرون مفضلہ میں امت اسلامیہ اسی پر عمل پیرا تھیں، چنانچہ قبریں زمین سے صرف ایک بالشت اونچی رہتی تھی اور ان پر کوئی تعمیر، کوئی چونا گچ نہیں کیا جاتا تھا بلکہ کسی بھی طرح سے انہیں پختہ بنانے سے شدید احتراز کیا جاتا تھا اور یہی عمل اہل علم اور دانش کی تحقیقات کے مطابق ہے، خاص طور پر ائمہ اربعہ اور معروف فقہی مذاہب کے یہاں بھی اسی عمل پر فتویٰ ہے، تمام فقہی مذاہب کا اس بات پر اتفاق ہے کہ قبروں کو پختہ بنانا کسی بھی شکل اور صورت میں جائز اور درست نہیں ہے، بعض متاخرین علماء نے یا بعض اہل مسالک نے قبروں کی پختگی اور اس پر مزارات کی تعمیر کے لئے جو دلیلیں دی ہے وہ انتہائی بے جوڑ اور بے معنی ہیں اور یہ عمل مستند دلائل وبراہین کی روشنی میں صحیح اور درست نہیں ہے، احادیث مبارکہ میں اللہ کے نبی جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

سے اس بابت صریح طور پر جو بات ثابت ہے وہ یہی ہے کہ قبروں کو پختہ بنانا درست نہیں ہے جیسا کہ درج ذیل حدیث میں یہ بات صراحتاً وارد ہے، جابر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قبر کو چونا گچ کرنے، اس پر بیٹھنے اور اس پر عمارت تعمیر کرنے سے منع فرمایا ہے،(صحیح مسلم، کتاب الجنائز/970- سنن ابی داود، حدیث نمبر/3225- سنن ترمذی، حدیث نمبر1052-)۔

معروف حنفی فقیہ علامہ ابن عابدین اس بابت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے حوالے سے لکھتے ہیں کہ قبر پر کسی طرح کی کوئی تعمیر کرنا، گھر بنانا یا اس پر قبہ وغیرہ بنانا ناپسندیدہ ہے(الدر المختار وحاشیہ ابن عابدین (رد المختار) /2) 237) کتاب الآثار امام محمد رحمہ اللہ میں لکھا ہے: کہ قبر کو چونا گچ کرنا اور اس کو لیپنا یا اس کے پاس مسجد یا نشان بنانا یا اس پر اور کوئی مکان بنانا یا پختہ کرنا مکروہ یعنی ممنوع ہے یہ قول امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کا ہے، اور الموسوع الفقیہ (11/342)) میں اسی بات پر فقہائے کرام کا اتفاق نقل کیا گیا ہے، اسی لیے علامہ ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے بھی اس پر تمام ائمہ اسلام کا اتفاق نقل کیا ہے، فقیہ علامہ ابن عثیمین رحمہ اللہ نے بہت پیاری بات تحریر کی ہے وہ لکھتے ہیں کہ : قبرستان فوت شدگان کا علاقہ ہے، زندہ افراد وہاں نہیں رہتے کہ وہاں پر زیب وزیبائش کا کام کیا جائے، اور سیمنٹ پر مرثیے لکھے جائیں، قبرستان فوت شدگان کا علاقہ ہے، اس لئے قبرستان کو اسی حالت میں رکھا جائے جس حالت میں موجود ہے، تاکہ قبرستان کے پاس سے گزرنے والے لوگ نصیحت حاصل کریں.

زاد المعاد فی ہدی خیر العباد میں ہے:

"وَلَمْ يَكُنْ مِنْ هَدْيِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَعْلِيَةُ الْقُبُورِ وَلَا بِنَاؤُهَا بِآجُرٍّ، وَلَا بِحَجَرٍ وَلَبِنٍ وَلَا، وَلَا تَطْيِينُهَا، وَلَا بِنَاءُ الْقِبَابِ عَلَيْهَا، فَكُلُّ هَذَا بِدْعَةٌ مَكْرُوهَةٌ، مُخَالِفَةٌ لِهَدْيِهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ .وَقَدْ بَعَثَ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ - رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ -إِلَى الْيَمَنِ، أَلَّا يَدَعَ تِمْثَالًا إِلَّا طَمَسَهُ، وَلَا قَبْرًا مُشْرِفًا إِلَّا سَوَّاهُ ، فَسُنَّتُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ تَسْوِيَةُ هَذِهِ الْقُبُورِ الْمُشْرِفَةِ كُلِّهَا، (وَنَهَى أَنْ يُجَصَّصَ الْقَبْرُ وَأَنْ يُبْنَى عَلَيْهِ وَأَنْ يُكْتَبَ عَلَيْهِ).

وَكَانَتْ قُبُورُ أَصْحَابِهِ لَا مُشْرِفَةً، وَلَا لَاطِئَةً، وَهَكَذَا كَانَ قَبْرُهُ الْكَرِيمُ، وَقَبْرُ صَاحِبَيْهِ، فَقَبْرُهُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مُسَنَّمٌ مَبْطُوحٌ بِبَطْحَاءِ الْعَرْصَةِ الْحَمْرَاءِ لَا مَبْنِيٌّ وَلَا مُطَيَّنٌ، وَهَكَذَا كَانَ وَهَكَذَا كَانَ قَبْرُ صَاحِبَيْهِ".

(فَصْلٌ لَا تُعَلَّى الْقُبُورُ وَلَا تُشَيَّدُ، ج 1:، ص505:، ط:مكتبة المنار)۔

کتاب وسنت کے دلائل اور ائمہ کرام کے آثار واقوال سے یہ بات واضح ہوگئی کہ دین اسلام میں پختہ قبر کی کوئی شرعی حیثیت حاصل نہیں ہے، بلکہ یہ عمل بدعت وخرافات پر مبنی ہے، اسلام میں اس کی قطعاً کوئی گنجائش باقی نہیں ہے۔

خالص عقیدہ توحید کی نشر واشاعت اور مسلم سماج میں کفر وشرک اور بدعت وخرافات کے ازالے کے لیے یوں تو

مملکت سعودی عرب نے بے شمار قسم کے اقدامات کیے لیکن ان کا سب سے بڑا اور سب سے اہم قدم جس نے شرک و بدعت کے ایوان میں زلزلہ پیدا کر دیا تھا 8 شوال سن 1344 ہجری میں بقیع کے اندر تعمیر شدہ مزاروں کا انہدام ہے، جس نے عالم بدعت وشرک کے اندر ایک طوفان کھڑا کر دیا، کچھ اپنے بھی ان کی اس خالص دینی عمل سے وقتی طور پر ناراض ہو گئے، لیکن شرک وکفر اور بدعات وخرافات کے ایوان میں آج بھی ماتم پسرا ہوا ہے۔

ہر وہ شخص جسے اللہ تعالیٰ نے عقل سلیم سے نوازا ہو اور ہر مسلمان جو اسلام کے نظریے توحید کو سمجھتا ہو وہ یقیناً سعودی عرب کے ذریعہ مزاروں کی مسماری کے جرأت مندانہ عمل کو ایک اصلاحی اور تجدیدی کارنامہ گردانے گا، کیونکہ یہ جگ ظاہر ہے کہ یہ مزارات اور قبروں پر یہ عمارتیں شرک وکفر کے کھلے اڈے ہیں اور افسوس تو یہ ہے کہ مسلم اقوام ان چیزوں کو دین اور اللہ کی عبادت سمجھ کر انجام دیتی ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دین اسلام کی صحیح سمجھ عطا فرمائے، اور خالص اتباع کتاب وسنت کی توفیق ارزانی بخشے۔

☆☆☆

آداب دعوت

حضرت معاذ رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ مجھ رسول اللہ ﷺ نے (یمن کے علاقے میں) بھیجا تو فرمایا، تم ایسے لوگوں کے پاس جا رہے ہو جو اہل کتاب سے ہیں۔ پس تم (سب سے پہلے) ان کو اس بات کی دعوت دینا کہ وہ لا الہ الا اللہ اور محمد رسول اللہ کا اقرار کر لیں۔ اگر وہ یہ بات مان لیں تو پھر ان کو بتلانا کہ اللہ نے ان پر رات اور دن میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔ اگر وہ اس کو بھی مان لیں تو پھر ان کو بتلانا کہ اللہ تعالیٰ نے ان پر زکوٰۃ فرض کی ہے جو ان کے مالداروں سے لی جائے گی اور ان کے فقراء پر تقسیم کر دی جائے گی، پس اگر وہ اس کو مان لیں تو (زکوٰۃ وصول کرتے وقت) ان کے عمدہ مال لینے سے اجتناب کرنا اور مظلوم کی بددعا سے بچنا، اس لئے کہ اس کی بددعا اور اللہ کے درمیان کوئی رکاوٹ نہیں ہے۔ (یعنی وہ فوراً مقبول ہو جاتی ہے، رد نہیں ہوتی۔

(بخاری ومسلم)

بھلاتا لاکھ ہوں لیکن برابر یاد آتے ہیں

ایم اے فاروقی

پیاروں کی محفل ہی ایسی ہوتی ہے کہ کوئی ایک اٹھ جائے تو محفل میں چپ سی لگ جاتی ہے، گذشتہ دو تین سالوں میں اتنے علمار خصت ہوئے کہ چمنستان علم سونا سونا نظر آنے لگا، مولانا محمد مدنی استاد جامعہ سلفیہ کا چٹ پٹ دنیا سے جانا ان کے تمام احباب کے لیے صاعقہ سے کم نہ تھا۔

رمضان کا آخری عشرہ، تیئیسواں روزہ تھا، ایک شب قدر گزر چکی تھی دوسری آنے والی تھی، اپریل کی پندرہویں تاریخ تھی، سن دو ہزار تیئیس غالباً سنیچر کا دن تھا، دس بجے کے قریب میری بیٹی نے جگا کر بھرائی ہوئی آواز میں بتلایا کہ ابوابھی ابھی محمد چچا کا انتقال ہوگیا، پہلے میں نے سمجھا میرا واہمہ ہے یا نیند کے خمار میں ہوں، آنکھیں ملتے ہوئے پوچھا یہ کیا کہہ رہی ہو، اس نے بتایا میری سہیلی کا فون آیا تھا، فوراً کئی لوگوں کو فون لگایا، دل کسی طرح نہیں مان رہا تھا، بس یہی تمنا تھی کہ کاش کہ خبر جھوٹی ہو، لیکن ہونی کو کون ٹال سکتا ہے، جتنی سانسیں کاتب تقدیر نے لکھ دی تھیں وہ پوری ہو چکی تھیں، آنے والی آچکی تھی اور جانے والا جا چکا تھا، آنا فانا کی موتیں بڑی الم ناک ہوتی ہیں، مولانا محمد چلتے پھرتے اس طرح رخصت ہوئے کہ سحری بھی کھائی، کچھ بے چینی ضرور تھی، قرآن مجید کی تلاوت بھی کی، جب تک گھر والے ڈاکٹر کو بلاتے وہ اس دنیا سے رخصت ہو چکے تھے۔ دوا علاج کا وقت ہی نہ ملا، مغرب بعد ان کے جنازہ کی نماز نگینہ مسجد ریوڑی تالاب کے بازو والے میدان میں ادا کی گئی، نماز جنازہ آپ کے بھتیجے حافظ عبد الرحیم نے پڑھائی، جنازے میں ہجوم اور ازدحام سے عامۃ الناس میں ان کی مقبولیت کا اندازہ لگایا جا سکتا تھا، نگینہ مسجد سے تھوڑا آگے آپ اپنے آبائی قبرستان میں مدفون ہوئے، مٹی دینے والوں کا تانتا لگا ہوا تھا، مجھ کو میرے کچھ تلامذہ نے یہ کہہ کر قبرستان کے باہر ایک اسکوٹر پر بٹھا دیا کہ بھیڑ کم ہو تو ہم لوگ آپ کو اندر لے چلتے ہیں، دل و دماغ پر صدمے کی چادر اوڑھے یہی سوچتا رہا کہ آہ! آج ایک اور دوست ہم سے بچھڑ گیا، ایسا دوست جو زندگی بھر قدم قدم پر میرے لیے سہارا بنا رہا، جس کے احسانات کو میں شمار نہیں کر سکتا، جس نے ہر نازک موڑ پر میرا دفاع کیا، اب کسے درد دل سنائیں گے، اور کون درد کا درماں بنے گا، سوچ کا سلسلہ اچانک دوسری سمت مڑ گیا، آج ان کا جنازہ اٹھا ہے، ممکن ہے کل میرا اٹھے، یا کوئی اور دوست رخصت ہو جائے، ہم انسان بھی کتنے عجیب ہیں جب بھی کوئی اپنا جاتا ہے، یا کسی جنازے کو کاندھا دیتے ہیں، ہمیں دنیا کی ناپائیداری، زیست کی بے ثباتی، فنا اور بقا کے مسئلے سب کچھ یاد آنے لگتے ہیں، لیکن ہمارے یہ تاثرات بڑے عارضی ہوتے ہیں،

قبرستان سے ہٹتے ہی بھول جاتے ہیں کہ ہم کو بھی اسی مٹی میں ملنا ہے، اسی مٹی کا بچھونا ہوگا، اسی مٹی کا اوڑھنا ہوگا اور پھر ہم بھی مٹی ہو جائیں گے، ہم یہ سمجھنے لگتے ہیں یہ جنازہ ہمارا تو نہیں تھا، ابھی تو ہماری زندگی باقی ہے، ابھی تو ہم تن درست ہیں، ہمیں کوئی بیماری نہیں ہے، ابھی تو ہمیں زندگی کے بڑے مسائل نپٹانے ہیں، سوچوں کا سلسلہ اس وقت منقطع ہوا جب کسی نے میرا ہاتھ پکڑ کر کہا اب قبرستان میں لوگ کم ہوگئے، اب مٹی دے سکتے ہیں، الوداع اے دوست ! ہم زندہ لوگ یہیں تک آپ کا ساتھ دے سکتے ہیں، آگے کا سفر آپ کو اکیلے ہی طے کرنا ہے، آہ!

جاتے ہوئے کہتے ہو قیامت کو ملیں گے
کیا خوب ! قیامت کا ہے گویا کوئی دن اور

آج بھی تیئیسواں روزہ ہے، دیکھتے دیکھتے ہی ان کی وفات پر ایک سال گزر ہو گیا، اس ایک سال میں کوئی ایک دن ایسا نہیں گزرا کہ ان کی یاد نہ آئی ہو، جب بھی ان کے بارے میں کچھ لکھنا چاہا، جذبات واحساسات کے اظہار کے لیے الفاظ ساتھ چھوڑ جاتے، ان کے ساتھ جڑی ہوئی تمام یادیں بکھر سی جاتیں، کیا کروں جو دل کے قریب ہوتے ہیں ان کے بارے میں لکھنا بہت مشکل ہوتا ہے، اب شہر میں اس کا بدل ہی نہیں کوئی ویسا جان غزل ہی نہیں ایوان غزل میں لفظوں کے گلدان سجاؤں کس کے لیے سال بھر بعد بڑی کوشش سے ہمت جٹائی کہ ان کی زندگی کے کچھ گوشوں سے متعلق لکھوں، سبک دوشی کے بعد میں جب بھی شاد عباسی کے گھر جاتا تو ان کے گھر پر ضرور دستک دیتا، دونوں کا گھر ملا ہوا ہے، اگر وہ موجود ہوتے تو گھنٹہ دو گھنٹے ان کی بیٹھک میں بیٹھتا، دکھ سکھ کی باتیں ہوتیں، سلفیہ کی روداد سناتے، کھانے کا وقت ہوتا تو بغیر کھائے ہوئے نہ جانے دیتے، میں تکلف کرتا تو کہتے ابے گھبرا نہیں مٹر کی دال نہیں پکی ہے، تیری پسند کی مونگ کی دال پکی ہے، وہ جانتے تھے کہ مٹر کی دال مجھے پسند نہیں ہے، ان کی وفات کے بعد کئی بار شاد صاحب کے گھر جانا ہوا، ان کے گھر سے نکلتے ہی میرا رخ مولانا محمد کے مکان کی طرف غیر شعوری طور پر ہو جاتا، پھر یاد آتا کہ وہ شخصیت تو دنیا ہی سے چلی گئی جس کے لیے میں اس گھر کا رخ کرتا تھا۔

مولانا محمد بنارسی کا سانحۂ ارتحال کوئی معمولی واقعہ نہیں تھا، وہ جامعہ سلفیہ کے بزرگ اور مقبول ترین استاد تھے، احباب کے لیے ایک قیمتی نگینہ تھے، اہل علم کے حلقہ میں امتیازی شان رکھتے تھے۔ ان کے جانے سے ایسا لگا کہ جیسے سلفیہ کی ساری رونقیں ماند پڑ گئی ہوں، جیسے بہتی ہوئی ندی کا پانی اچانک سوکھ گیا ہو، جیسے کسی نے چھتنار شجر کو کاٹ دیا ہو، جیسے دل کی دھڑکنیں ٹھہر گئی ہوں، جیسے کسی نے میرا جگر تیز آری سے چیر دیا ہو، جیسے رات کا پچھلا پہر ہو اور ہر طرف سناٹے اتر آئے ہوں، جیسے سہاگن کا سہاگ اجڑ گیا ہو، جیسے ہماری سب سے قیمتی چیز کھو گئی ہو، جیسے غم اور اندوہ کی بدلیوں نے فضا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہو۔

لمبا قد، جسم نہ فربہی مائل اور نہ ہی بہت زیادہ دبلے پتلے، داڑھی چھدری، آنکھیں بڑی بڑی ذہانت کی غمازی کرتی ہوئی، لباس میں سادگی، گفتگو کا انداز اور لب ولہجہ دھیما دھیما کبھی کبھی ظرافت کا پہلو لیے ہوئے، ظرافت میں بھی ایسا لطیف انداز کہ غور کرنے پر سمجھ میں آئے۔ یاروں

کے یار، بہی خواہ، مخلص، حق گو، دینی غیرت سے سرشار ،متدین، فرائض کے ساتھ نوافل کا کثرت سے اہتمام کرنے والے، مثالی استاد، طلبہ کے لیے باپ کی طرح شفیق اورمہربان، خوش اخلاق، خوش اطوار، شیریں بیان، یار باش ،سادہ مزاج ان کے بارے میں ہم صرف یہی کہہ سکتے ہیں کہ

ڈھونڈوگے اگر ملکوں ملکوں ملنے کے نہیں نایاب ہیں ہم
جو یاد نہ آئے بھول کے پھر اے ہم نفسو وہ خواب ہیں ہم
(شاد عظیم آبادی)

مجھ سے عمر میں تقریبا تین سال چھوٹے تھے، ۱۹۵۵ء کی پیدائش تھی، مدن پورہ کے مشہور خاندان فرنگی خاندان سے آپ کا تعلق تھا، والد عبدالقیوم صاحب تعلیم یافتہ تھے، ہم نے سنا ہے کہ وہ فٹ بال کے اچھے کھلاڑی تھے، قانون کے ماہر تھے، مدن پورہ کے لوگ اپنے قانونی معاملات میں ان سے مشورے لیتے تھے، جامعہ سلفیہ قائم ہوا تو اس کے قانونی مفادات کی نگرانی آپ ہی کرتے تھے، ان کی بڑی خواہش تھی کہ اپنے بچوں کو دینی تعلیم دلائیں، سفید پوش تھے، آبائی پیشہ بنکاری تھا، اتنی وسعت تو نہیں تھی کہ چار بیٹوں میں سے ہر ایک کو اعلی تعلیم دلا سکتے لیکن چھوٹے بیٹے کو دین کی راہ پر لگا دیا، بیٹے نے بھی مایوس نہیں کیا، محنتی تھے، پڑھنے لکھنے میں اچھے تھے، سب سے بڑی بات کہ حصول علم کا شوق بہت زیادہ تھا، عالم بنے اور ایسے عالم بنے کہ جس پر زمانہ فخر کرے، اللہ نے والد کی اس نیک خواہش کو پوری کی، ان کے علم کی چمک دمک کو اپنی زندگی میں دیکھ لیا، اس کے بعد تو علم نے آپ کے گھر میں ڈیرہ ڈال لیا ماشاء اللہ تین پوتے احسن صدیقی، احمد سعید، فضالہ عالم دین بنے، دو پوتے عبد الرحیم اور حنظلہ حافظ قران بنے اور ایک پوتی نائلہ بنت محمد عالمہ بنی۔

مولانا محمد نے پرائمری اور ثانویہ ثانویہ تک کی تعلیم جامعہ رحمانیہ مدن پورہ بنارس میں حاصل کی۔ ۱۹۷۲ء میں جامعہ سلفیہ کے عالم اول میں داخل ہوئے، اس وقت میں فضیلت اول کا طالب علم تھا، ۱۹۷۴ء میں عالمیت کیا اور ۱۹۷۸ء میں فضیلت کی سند سے سرفراز ہوئے، فراغت کے بعد مولانا محمد اور مولانا یونس جامعہ رحمانیہ کے عربی شعبے میں اعزازی طور پر پڑھانے لگے، میں بھی رحمانیہ کے عربی شعبہ میں آ گیا تھا، طالب علمی کے دور میں وہ مجھ سے کافی جونیئر تھے، اس لیے ان سے علیک سلیک تک ہی شناسائی تھی، لیکن ساتھ میں جب پڑھانے لگے تو یہ شناسائی بے تکلفانہ دوستی میں تبدیل ہوگئی۔

رحمانیہ کے دوران تدریس مدینہ یونیورسٹی میں داخلہ حاصل کرنے والوں کی فہرست بنی تو اس میں مولانا محمد، مولانا یونس اور مولانا سعید میسور کا بھی نام تھا، فراغت کے پانچ چھ سال بعد جب میں طالب علمی کے دور سے نکل چکا تھا، مجھے بھی یاد کرلیا گیا اور کہا گیا تم بھی اپنے کاغذات جمع کردو، اس وقت میں اپنی راہ بدل چکا تھا، رحمانیہ میں تدریس کے ساتھ بنارس ہندو یونیورسٹی میں انگلش لٹریچر سے بی اے کررہا تھا، اسی لیے شش و پنج میں پڑ گیا، احباب اور سینئر ساتھیوں کے کہنے پر راضی ہوگیا، سعودی سفارت خانے سے کاغذات کی تصدیق اور نوٹری کرانے کے لیے دلی جانا تھا، میں، مولانا محمد، مولانا محمد یونس، مولانا سعید

میسور اور چند اور طلبہ جن کے نام یادداشت سے محو ہو گئے، دلی کے لیے روانہ ہوئے، ہم لوگوں کو سب سے زیادہ خوشی اس بات کی تھی کہ دلی گھوم لیں گے، ہم سب ریاض العلوم میں اترے، مولانا ابوالکلام مدیر ترجمان ریاض العلوم ہی میں رہائش پذیر تھے، میرے چند مضامین ترجمان میں چھپ چکے تھے، وہ غائبانہ متعارف تھے، ان کی کوشش سے ہم لوگوں کو ایک کمرہ ریاض العلوم میں مل گیا، ہمارے دوست کفایت اللہ اس وقت کانپور میں تھے، جیسے ہی ان کو معلوم ہوا کہ دوستوں کا پورا گروپ دلی میں ہے، وہ بھی دلی آ گئے۔

ہم لوگ فجر بعد جامع مسجد کی سیڑھیوں پر بیٹھ کر دو بسکٹ اور ایک گلاس دودھ والی چائے پیتے، گیارہ بجے گلی قاسم جان میں پانچ روپے والی بریانی کھاتے اور پھر دلی کے تاریخی مقامات دیکھنے کے لیے نکل پڑتے، لال قلعہ، پرانا قلعہ، جامع مسجد، چاندنی چوک، ہمایوں کا مقبرہ، میوزیم، قطب مینار غرضیکہ گھومنے والی کوئی جگہ نہیں چھوڑی، یقین جانیے ہم لوگوں نے ان سب مقامات کا سفر پیدل کیا، قرول باغ میں مولانا محمد کے ایک دوست رہتے تھے جو ان کے پڑوسی بھی تھے، نام شائد مختار تھا، ان سے ملنے کے لیے بس سے گئے، دلی سے نکلے تو آگرہ پہنچ گئے، اسٹیشن کے پاس ایک ہوٹل میں قیام کیا، تاج محل، اکبر کا مقبرہ، نور جہاں کے والد غیاث الدین کا مقبرہ دیکھا، یہ مقبرہ بھی جمنا کنارے ہے اور بہت خوب صورت ہے، سنا تھا کہ بارش کے بعد تاج محل دھل دھلا جاتا ہے اور چاندنی راتوں میں اس کے پتھر چھوٹی چھوٹی چنگاریوں کی طرح چمکتے ہیں، یہ منظر دیکھنے کے لیے ہم اور مولانا محمد رات کو دس بجے دوبارہ تاج محل پہنچ گئے آگرہ گھوم کر ہم لوگ فتح پور سیکری بلند دروازہ اور اکبر کا قلعہ دیکھنے گئے، لوٹ کر پھر آگرہ واپس آئے اور وہاں سے ہم لوگ بنارس کے لیے روانہ ہو گئے، یہ ہم دوستوں کا یادگار سیاحتی سفر تھا، اس کے بعد کوئی ایسا سیاحتی سفر ممکن نہیں ہو سکا۔

کچھ دنوں کے بعد جامعہ اسلامیہ مدینہ منورہ میں داخلہ پانے والے خوش نصیبوں کی فہرست آ گئی، یہ کل انیس لڑکے تھے، لیکن افسوس کہ اس میں میرا نام نہیں تھا، میں تشنہ ہی رہ گیا مجھے ملا تو سرچشمۂ سراب ملا، عرصۂ دراز کے بعد معلوم ہوا کہ میرے کاغذات تو سلفیہ ہی میں رہ گئے تھے۔

قریبی دوستوں میں مولانا یونس، مولانا محمد، مولانا احسن جمیل اور مولانا سعید میسور تھے، چھٹیوں میں آتے تو ان لوگوں سے ملاقاتیں ہوتیں، مولانا محمد سے زیادہ تر باگڑ بلی کی مسجد میں عصر یا مغرب کی نماز کے بعد یا ان کے گھر پر ملاقات ہوتی، ۱۹۸۳ء کے آخر میں یہ لوگ مدینہ سے فارغ ہو کر آئے، مولانا یونس کی تقرری جامعہ سلفیہ میں ہوئی مجھے امید تھی بلکہ یقین تھا کہ مولانا محمد کا تعاقد بھی سلفیہ میں ہوگا، لیکن یہ ہیرا مدرسہ فیض عام کے حصے میں آیا، تدریسی ذمہ داریاں سنبھالنے کے بعد بنارس اور مئوان کے لیے گھر آنگن بن گیا، ہفتہ پندرہ روز میں بنارس کا چکر لگاتے، ازدواجی بندھنوں میں بندھنے کے بعد مئو میں کرایہ پر مکان لے لیا اور فیملی کو لے کر رہنے لگے، وہ مئو میں رہتے لیکن ان کا دل بنارس ہی میں لگا رہتا، ہم احباب کہتے یار کوئی صورت لگاؤ کہ تمھارا تبادلہ سلفیہ میں ہو جائے تو لطف

آجائے، بہر حال ہر کام کا وقت مقرر ہوتا ہے، آٹھ سال انھوں نے مئو میں گزار دیے، فیض عام میں اپنی صلاحیت اور محنت سے آپ نے اپنا سکہ جمالیا، مفتی حبیب الرحمان آپ کو بہت مانتے، موقع بموقع رہنمائی بھی کرتے، والدین، ایک بڑے بھائی ذکر الرحمان اور ایک بہن جن کی شادی نہیں ہوسکی تھی، سب مولانا کے ساتھ رہتے، مئو میں رہتے تو ان کی دیکھ بھال میں دقت ہوتی، بلآخر اللہ نے رحم کیا، ۱۹۹۲ء میں آپ کا تبادلہ جامعہ سلفیہ میں بحیثیت استاد ہوگیا، سب سے زیادہ خوشی آپ کے قریبی دوستوں کو ہوئی، سلفیہ آپ کے لیے غیر مانوس نہیں تھا، آٹھ سالوں میں بڑی چھوٹی ہر کتاب پڑھانے کا خوب تجربہ ہو چکا تھا، اچھا پڑھاتے، طلبہ کو مطمئن کرنا جانتے تھے، اس کے باوجود آپ کو اس وقت تک اطمینان نہ ہوتا، جب تک یہ معلوم نہ کر لیتے کہ بچے آپ کی تدریس سے پوری طرح مطمئن ہیں کہ نہیں، آپ سلفیہ آئے تو پوری زندگی سلفیہ کے لیے وقف کردی، زندگی کا معمول باگڑ بلی کی مسجد، گھر اور سلفیہ تک محدود ہو کر رہ گیا، باگڑ بلی کی مسجد میں کبھی کبھار خطبہ دیتے، خطبے میں شیخ الجامعہ مولانا عبد الوحید رحمانی کا رنگ جھلکتا، اسی مسجد میں عصر اور مغرب کے مستقل امام تھے، عشا کی امامت غالبا مولانا سعید میسور کے ذمہ تھی، بقیہ اوقات کے ائمہ میں سے کوئی موجود نہ رہتا تو اس کی بھی نیابت کر دیتے، آواز میں سوز تھا نماز میں قرآن پڑھتے تو یہی جی چاہتا، پڑھتے ہی رہیں، یہاں آنے کے بعد لوگوں کو یہ علم ہوا کہ آپ کے اندر ادارتی اور نظم ونسق کی صلاحیتیں غضب کی ہیں، تدریس کے میدان میں آپ اپنا سکہ پہلے ہی جما چکے

تھے، ادارۃ الامتحانات کا شعبہ آپ کے سپرد کیا گیا، سبھی جانتے ہیں کہ یہ شعبہ بے حد حساس ہے اس کے لیے بے حد امانت دار، ذمہ دار، منصف مزاج اور محنتی شخص ہونا چاہیے، مولانا محمد میں یہ تمام خوبیاں بدرجۂ اتم موجود تھیں، آپ نے اس کے لیے پانچ چھ ایسے اساتذہ کی کمیٹی تشکیل کی، جو ذمہ دار ہونے کے ساتھ ہم خیال اور آپس میں بے تکلف تھے، مجھے جہاں تک یاد پڑتا ہے اس کمیٹی میں مولانا یونس، مولانا سعید میسور، مولانا عزیز الرحمان، مولانا عبد الکبیر اور یہ خاکسار تھا، مجھے وہ زبردستی گھسیٹ لائے تھے، میں لاابالی ذمہ داریوں سے ہمیشہ بھاگتا تھا، بہر حال مولانا محمد جیسے مخلص دوست کی خواہش ٹالی نہیں جاسکتی تھی، میں نے اس شرط پر ہامی بھری کہ جب تک آپ رہیں گے، میں رہوں گا، آپ ہٹے تو میں بھی ہٹ جاؤں گا، ۲۰۰۵ء میں وہ مستعفی ہوئے تو میں نے بھی الگ ہونا چاہا، انھوں نے یہ کہہ کر منع کر دیا کہ میں بحیثیت مدیر مستعفی ہوا ہوں، کمیٹی کے ایک رکن کی حیثیت سے کام کرتا رہوں گا، ادارۃ الامتحانات کے علاوہ تعلیمی کمیٹی اور شعبۂ الحاق مدارس کے بھی وہ سرگرم اور فعال رکن تھے، سال کے آغاز میں ٹائم ٹیبل وہی بناتے تھے، یہ بڑا مشکل کام تھا، ہر مدرس اپنی مرضی کی گھنٹی چاہتا تھا، کوئی کہتا ہماری تیسری گھنٹی خالی ہونا چاہیے کوئی کہتا ہماری پانچویں خالی چاہیے، کبھی گھنٹیاں ٹکرا جاتیں، سب کی خواہش پوری کرنا ایک مشکل امر تھا، یہ مولانا محمد تھے، جو دماغی سوزی کرتے اور سب کو خوش کر دیتے، میں چوں کہ جامعہ کی باونڈری سے باہر تین چار کلومیٹر کے فاصلے پر رہتا تھا، وہ ہمیشہ میرا خیال رکھتے اور ناشتہ سے پہلے کی میری

گھنٹیاں خالی رکھتے۔

وقت اور اصول کے پابند ایسے لوگ ہم نے بہت کم دیکھے ہیں، پرچے وقت پر تیار کراتے، ہر ایک پرچہ کے بنڈل کو سیلڈ کر کے الماری میں رکھ دیتے، امتحان مسجد، قاعۃ المحاضرات، دارالحدیث اور ضرورت پڑنے پر کمرے میں کرائے جاتے، نگراں اساتذہ کی جگہ بدلتی رہتی، ہر امتحان گاہ اور ہر دن کا الگ بنڈل ہوتا، یہ سب کچھ اپنے معاونین کو لے کر وقت پر کرتے، رول نمبر تپائیوں پر چسپاں کرواتے، حاضری کا جو قانون بنا دیا گیا تھا اس کے مطابق عمل کرتے اور اس میں کوئی رعایت نہ کرتے، رزلٹ ملنے کے بعد اگر کوئی لڑکا اپنے نمبرات سے مطمئن نہ ہوتا تو وہ مولانا سے بغیر جھجھک کہہ دیتا وہ اسے کاپی دکھاتے، ضرورت محسوس کرتے تو امتحانی کاپی متعلق مدرس سے دوبارہ چیک کرواتے مقصد یہ ہوتا کہ طالب علم یہ نہ محسوس کرے کہ اس کے ساتھ حق تلفی ہوئی ہے، امتحانی کاپیاں خود وقت پر جانچ کر جمع کرتے اور دوسرے اساتذہ سے بھی یہی امید رکھتے کہ وہ متعین وقت پر کاپیاں آفس میں جمع کردیں۔

کتنے سال تک وہ شعبۂ امتحانات کے مدیر رہے یہ تو یاد نہیں ہے لیکن یہ جانتا ہوں جس خوش اسلوبی سے آپ نے یہ نظام چلایا وہ جامعہ کی تاریخ کا سنہری باب ہے، لڑکوں پر وہ ہمیشہ مہربان رہے، ان کی ہمیشہ یہ خواہش رہی کہ جو طالب جامعہ میں آ گیا ہے وہ علم سے آراستہ ہو کر نکلے، اگر اس کے لیے کوئی رکاوٹ ہوتی تو اسے دور کرنے کی کوشش کرتے، کوئی مالی مسئلہ ہوتا تو چپکے سے اس کی اس طرح مدد کرتے کہ کسی دوسرے کو خبر نہ ہوتی، اگر کسی طالب علم پر قانون شکنی کا الزام ہوتا اور وہ بے قصور ہوتا تو اس کے لئے سپر بن جاتے، آپ کے پچاسوں ایسے شاگرد ہیں جن کے کیریر سنورنے کا ذریعہ آپ تھے، آج وہ جہاں بھی ہوں گے مولانا کے لیے یقیناً ان کے دلوں سے دعائیں نکلتی ہوں گی۔

جامعہ میں جب بھی کوئی بڑی کانفرنس یا بڑا جلسہ ہوتا، طعام کا انتظام اور مہمانوں کی ضیافت کی ذمہ داری مولانا محمد اور مولانا سعید میسور کے سپرد کی جاتی، آپ دونوں اپنے معاونین اور منتخب طلبہ کو لے کر یہ کام خوش اسلوبی کے ساتھ اس طرح کرتے کہ کبھی کسی کو کوئی شکایت نہیں ہوئی۔ برسبیل تذکرہ آپ کی اصول پسندی سے متعلق ایک واقعہ ذکر کردوں جامعہ میں ایک دوروزہ کانفرنس تھی، انتظامیہ نے کھانے کے لیے ٹوکن سسٹم بنا دیا تھا، مہمانوں کو دفتر استقبالیہ سے ٹوکن فراہم کردئے جاتے، طعام گاہ کے انچارج مولانا محمد تھے، پہلی منزل میں پچھم جانب کاریڈر سے راستہ بنا دیا گیا تھا، راستے میں بیریر لگا تھا، مولانا کو حکم تھا ٹوکن کے بغیر کسی کو طعام گاہ میں نہ جانے دیں، اتفاق سے کچھ بڑی شخصیات آ گئیں، ان کے پاس ٹوکن نہیں تھے، مولانا محمد نے نہایت عزت واحترام کے ساتھ ان سے کہا ہمیں حکم ہے کہ بغیر ٹوکن کے کسی کو اندر نہ جانے دیں، آپ لوگ چند منٹ رکیں، ان کے لیے فوراً ٹوکن منگوائے اور پھر احترام سے ان کو اندر لے گئے۔

آپ کے اوصاف اور خوبیوں کو لفظوں میں سمیٹنا بڑا مشکل ہے، میر نے کہا تھا:

مت سہل ہمیں جانو، پھرتا ہے فلک برسوں

تب خاک کے پردے سے انسان نکلتے ہیں

مولانا محمد بھی ایسے ہی انسان تھے، اس قحط الرجال کے دور میں وہ مغتنمات میں سے تھے، حق گو تھے، بات غلط یا مضحکہ خیز ہوتی وہ چپ نہ رہتے، اور حق بات برملا کہہ دیتے، اس بارے میں نہ وہ لومۃ لائم کی پرواہ کرتے، نہ یہ دیکھتے کہ مخاطب کی شخصیت چھوٹی ہے یا بڑی، اگر کوئی انھیں درشت یا تلخ مزاج سمجھتا تو سمجھا کرے:

اپنے بھی خفا مجھ سے ہیں، بیگانے بھی ناخوش
میں زہر ہلاہل کو کبھی کہہ نہ سکا قند
آئین جواں مرداں حق گوئی و بیباکی
اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

تملق، چاپلوسی، ریا ونمود، شہرت سے کوسوں دور رہے، مزاج میں سادگی اور قناعت تھی، خودداری میں آپ اپنی مثال تھے، احسان کرنا جانتے تھے، احسان لینا گوارہ نہ تھا، مالی اعتبار سے بہت زیادہ فارغ البال نہیں تھے، صرف مشاہرہ پر گزر بسر تھی، اس کے باوجود ضرورت مندوں کی ضرورت پوری کرتے، اگر کسی نے قرض مانگا تو کبھی انکار نہیں کیا، میں جب گھر کی تعمیر کروا رہا تھا اس وقت ان کا یہ جملہ کبھی نہیں بھول سکتا غالبا مولانا یونس سے کہا تھا جنھیں ہم لوگ محبت سے مرشد کہتے ہیں، یار مرشد استاد کا گھر بن رہا ہے کام رکنے نہ پائے دس ہزار کی خطیر رقم خود دینے آئے جسے میں نے ان کی بیٹی کی شادی کے موقع پر واپس کیا، کبھی کوئی پریشانی آئی تو نہ کسی کے سامنے اظہار کیا نہ ماتھے پر شکن آئی، مجھے یاد ہے ان کی اہلیہ سخت علیل تھیں، مہنگے مہنگے انجکشن لگ رہے تھے، تنخواہ کے علاوہ کوئی اور آمدنی کا ذریعہ نہیں تھا، مگر سب کچھ جھیل لے گئے، الحمد للہ وہ صحت یاب ہوگئیں، غم کے ماحول میں بھی وہ ہنسنا جانتے تھے، آپ کی والدہ کا انتقال ہوا، بھاگا بھاگا تعزیت کے لیے گیا، وہ گلی کے باہر کھڑے تھے، دوست کی ماں کا انتقال ہوا تھا، چہرے پر غم طاری کرکے ان کے بازو میں کھڑا ہوگیا، کہنے لگے: میری ماں فوت ہوئی ہیں تیرا تھوبڑا کیوں لٹکا ہوا ہے؟ در اصل یہ کہہ کر وہ دل کا بوجھ ہلکا کرنا چاہتے تھے، میں میری اہلیہ کا انتقال ہوا تو مہینوں اس کے اثر سے نکل نہیں پایا، ایک دن انھوں نے میرا موبائل چھینا اور اس میں اہلیہ کی جتنی تصویریں تھیں یہ کہہ کر سب ڈیلیٹ کردیں کہ اب نہ تو تصویریں دیکھے گا نہ روئے گا، دوستی کا جو رشتہ ہوتا ہے وہ شائد خون کے رشتے سے زیادہ پائیدار ہوتا ہے، ایک واقعہ کا ذکر تا چلوں ان کی لڑکی کی شادی تھی، مجھے دعوت دینا بھول گئے، شادی بیاہ کی مصروفیت میں بھول چوک ہوجاتی ہے، ایسا تو ممکن نہیں تھا کہ وہ دانستہ مجھے دعوت نہ دیں، غالبا مرشد نے پوچھا کہ استاذ نہیں آئے کیا، تب انھیں یاد آیا، فورا فون لگایا، میں فون ریسیو کرنے کے بجائے بن بلائے ان کے گھر پہنچ گیا، گلے لگا کر بے تحاشا رونے لگے، میری پانی کی موٹر خراب ہوگئی تھی، میں نے ان سے ذکر کردیا گرمی کی دوپہر کی چلچلاتی دھوپ میں وہ پلاس اور ٹسٹر لے کر پہنچ گئے، تار جل گیا تھا دومنٹ میں ٹھیک کرکے چلتے بنے، میں نے بہت روکا کہ تیز دھوپ ہے دوگھڑی دم تو لے لو لیکن وہ کہاں سننے والے تھے، آخری عمر میں وہ بہت زیادہ رقیق القلب ہوگئے تھے، بات کرتے کرتے اچانک رو پڑتے، سبکدوشی کے بعد میرا اسلفیہ جانا بہت کم ہوگیا تھا کبھی کبھار ان سے فجر

بعد ملاقات ہوتی وہ ٹہلنے نکلتے، میں بھی تھوڑی سی چہل قدمی کر لیتا، مولانا اسعد اعظمی کو اللہ سلامت رکھے جب میں بنارس میں ہوتا تو، وہ چند دوستوں کو شام کے کھانے پر بلا لیتے محفل جم جاتی جس میں میرے علاوہ مولانا محمد، مولانا معین الدین سلفی، مولانا عبد الکبیر اور مولانا مستقیم سلفی ہوتے، گھنٹہ ڈیڑھ گھنٹہ کے بعد ہم اور مولانا محمد گپ شپ کرتے ہوئے اپنے مستقر کی طرف روانہ ہوجاتے، بنارس کے حالیہ قیام کے دوران انھوں نے بلایا، مولانا معین الدین تھے، مولانا عبدالکبیر تھے، مگر محفل کی روح مولانا محمد نہیں تھے، ہم سب ان کی یاد میں کھوئے رہے، یوں تو سارے اساتذہ سے ان کے خوش گوار تعلقات تھے، مگر مولانا یونس ان کے بچپن کے ساتھی اور دوست تھے، مولانا عبدالکبیر سلفیہ آئے تو ان سے کافی قربت ہوگئی، ان دونوں کے علاوہ مولانا اسعد اعظمی اور مولانا معین الدین سلفی ان کے قریبی دوستوں میں تھے انتقال سے ایک ڈیڑھ ماہ پہلے میں اپنی پان کی مخصوص دکان پر بیٹھا ہوا تھا، دور ہی سے انھوں نے دیکھ لیا نزدیک آ کر کہنے لگے بوڑھے ہوگئے لیکن آوارگی نہیں گئی، میں نے کہا بڑھا اپنی عادت کہاں سے چھوڑ سکتا ہے، ہم دونوں میں اسی قسم کے جملوں کے تبادلے ہوتے تھے، وہ شوالے میں کہیں مدعو تھے، رکشہ پر کم ہی بیٹھتے تھے، اکیلے ہوتے تو پیدل ہی چلتے، اس دن انھوں نے بتایا کہ چلتا ہوں تو سینے میں ہلکا سا درد کا احساس ہوتا ہے، یہ ہماری ان کی آخری ملاقات تھی۔

مولانا محمد کو ڈیڑھ دو ماہ سے لے کر چھ سات ماہ تک کے ننھے منے بچے بہت پسند تھے، پاس پڑوس رشتہ داروں کے بچے منگا لیتے، بچہ بازو میں سویا رہتا اور وہ مزے سے مطالعہ کرتے رہتے، میرا چھوٹا بچہ جب دو تین مہینے کا تھا، اکثر و بیشتر اسے منگا لیتے اور گھنٹوں کھلاتے رہتے، آج ماشاء اللہ ان کے نواسے، نواسیوں اور پوتے سے گھر گلزار ہے تو وہ خود دنیا سے چلے گئے۔ اللہ رب العالمین ان کی مغفرت فرمائے، ان کی لغزشوں کو درگذر کرے، انھیں اعلیٰ علیین میں جگہ دے آمین

☆☆☆

راستے کا حق

حضرت ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: تم راستوں میں بیٹھنے سے بچو، صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ ہمارے لئے ان مجلسوں کے بغیر چارہ نہیں، ہم وہاں بیٹھ کر باتیں کرتے ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر تم کو وہاں ضرور بیٹھنا ہی ہے تو تم راستے کا حق ادا کرو۔ صحابہ رضی اللہ عنہم نے کہا: یا رسول اللہ راستے کا حق کیا ہے؟ آپ نے فرمایا: نگاہوں کو پست رکھنا، تکلیف دہ چیزوں کو راستہ سے ہٹا دینا، (یا خود تکلیف پہنچانے سے باز رہنا)، سلام کا جواب دینا، نیکی کی تلقین کرنا اور برائی سے روکنا۔

(بخاری ومسلم)

مولانا عبیداللہ طیب مکی رحمہ اللہ: نقوش زیست

فرحان سعید بنارسی حفظہ اللہ

بنارس میں جماعت اہلحدیث کی سب سے قدیم مسجد جامع مسجد طیب شاہ ہے، گرد و پیش میں افرادِ جماعت کی کثرت ہے، بروقت ایک ہزار سے زائد افراد باجماعت نماز ادا کرسکتے ہیں۔ اکابرین جماعت کبھی اس ممبر و محراب کی زینت ہوا کرتے تھے، مولانا حیات اللہ بنارسیؒ، علامہ محمد منیر خان بنارسیؒ (م ۱۹۴۵ء) جامع المعقول والمنقول علامہ نذیر احمد املویؒ (م ۱۹۶۵ء) علامہ عبدالمتین بنارسیؒ (م ۱۹۶۴ء) ادیب عصر علامہ عبدالمجید حریری (م ۱۹۷۲ء) علامہ عبدالحمید رحمانیؒ (م ۲۰۱۳ء) مولانا عابد حسن رحمانیؒ، مولانا عبدالوحید رحمانیؒ (م ۱۹۹۷ء) مولانا عبدالسلام مدنی (م ۲۰۱۸ء) اور مولانا عبیداللہ طیب مکی (م ۲۰۲۴ء) جیسے پاسبان علوم اسلامیہ و جہابذۂ وقت رونق افروز ہوا کرتے تھے۔ ان حضرات میں مولانا عبیداللہ طیب مکی رحمۃ اللہ علیہ بقیۃ السلف تھے، لیکن مولانا عبیداللہ بھی چند مہینے قبل داغ مفارقت دے گئے۔ اناللہ وانا الیہ راجعون!

مولانا عبید اللہ طیب علمی گھرانے کے چشم و چراغ تھے، ۳۰/اپریل ۱۹۵۲ء کو عالم رنگ و بو میں آئے، حافظ محمد ابوالقاسم رحمانی (م ۱۹۶۵ء) کے فرزند ارجمند تھے، آپ کے والد بھی نہایت بلند پایہ عالم دین تھے، چنانچہ آپ کے شاگرد مولانا محمد اسید رحمانی لکھتے ہیں کہ حافظ صاحب جس طرح قرآن کے باکمال حافظ تھے، اسماء الرجال کے بھی حافظ تھے، بالخصوص سنن ترمذی پڑھانے کے وقت اسماء الرجال کو بکھیر بکھیر کر رکھ دیتے۔ (نقوش منظر:۲۶)

مولانا عبیداللہ طیب رحمہ اللہ بچپن سے ہی ذہین و فطین تھے، پڑھنے لکھنے میں بڑی دلچسپی رکھتے تھے، ابتدائیہ سے ثانویہ تک کے مراحل جامعہ رحمانیہ میں طے کیا، بعدازاں جامعہ سلفیہ سے عالمیت وفضیلت کی ڈگری حاصل کی۔ زمانۂ تعلیم میں ہمیشہ امتیازی نمبرات سے پاس ہوتے رہے۔ جامعہ سلفیہ سے فراغت کے بعد جامعہ اسلامیہ، مدینہ منورہ چلے گئے، چنانچہ کلیۃ الدعوۃ وأصول الدین سے لیسانس کی ڈگری حاصل کی۔ جامعہ ام القری سے ماجستیر کی سند حاصل کی۔ آپ نے دکتورہ میں بھی داخلہ لیا تھا، اور کئی برس تک تحقیقی کام انجام دیتے رہے، لیکن متعدد وجوہات کی بنا پر مکمل نہ کرسکے۔

مولانا مکی رحمہ اللہ قد آور، کشادہ پیشانی، لمبی ناک، گندمی رنگ اور چھریرے بدن کے مالک تھے۔ لمبی گاندھی والی ٹوپی، تھری پیس چشمہ، چست کرتا اور شلوار زیب تن کرتے تھے، نرم گفتار، مزاج شناس، خوش خلق، اور خلیق و ملنسار تھے۔ موسم سرما میں رنگین لباس اور کھال والی ٹوپی زیب تن فرماتے تھے۔ مولانا مکی کرتا کی بانہہ میں ہمیشہ

کفلنگ کا استعمال کرتے تھے۔ چلنے پھرنے میں بڑی نزاکت تھی، ہولے ہولے چلتے تھے، جس سے مجد و بزرگی نمایاں ہوتی تھی۔ پان کھانے کے بے حد شوقین تھے، لیکن کسی کرتا پہ داغ دھبہ نہ ہوتا، مولانا گھریلو پان کھاتے تھے، پان کا ڈبہ بنائے ہوئے تھے، ہمیشہ اسی سے کھاتے، جامعہ سلفیہ آتے تو پانچ چھ عدد پان دان میں رکھ لیتے، پھر وقفہ وقفہ سے کھاتے رہتے تھے۔

مولانا عطروں کا اعلی ذوق رکھتے تھے، ہمیشہ مختلف النوع خوشبؤں سے معطر رہتے، نفیس سے نفیس عطروں کا استعمال کرتے تھے، یہ ذوق وشوق ورثہ میں ملا تھا، آپ کے دادا حاجی محمد رفیق، پھر والد گرامی حافظ محمد ابو القاسم اور بڑے بھائی شیخ الجامعہ مولانا عبد الوحید رحمانی مرحوم، یہ تمام افراد بلند ذوق کے مالک تھے۔ غرفۃ الاستراحۃ میں آپ کی الماری عطر کی شیشیوں سے بھری ہوئی تھی، خود تو لگاتے تھے اور ساتھ بیٹھے اساتذہ کو بھی پیش کرتے تھے۔

مولانا ہر لحاظ سے منفرد اور یگانۂ روزگار تھے، انجمن میں اساتذہ مخصوص مسند پر فروکش ہوتے تھے، جو درسگاہ کے بیچ میں ہوتی، دائیں جانب خطیب ہوتے تھے اور بائیں جانب سامعین طلبہ۔ اساتذہ دونوں جانب نظر رکھتے تھے، لیکن مولانا کا طرز جداگانہ تھا، جب انجمن میں آپ کی باری ہوتی، تو أمین الخطابۃ دو گاؤ تکیہ لے آتے اور مولانا کے بائیں سرے پر رکھ دیتے تھے، جب مولانا جلوہ گر ہوتے تو اسی کے سہارے ایک پاؤں پر ٹیک لگائے بیٹھ جاتے اور صرف خطیب کو دیکھتے اور اس کی بات کو سنتے تھے۔ مجلس کے اختتام کے بعد خطیب کی اصلاح فرماتے تھے، نہایت ہی مفید مشوروں سے نوازتے، البتہ بسا اوقات بعض بڑی غلطیوں پر سخت تنبیہ اور ناراضگی کا اظہار فرماتے تھے۔

طلبہ کے لیے نہایت شفیق و مہربان تھے، جن طلبہ کا مقالہ ہوتا انہیں اصول تخریج بتاتے اور اس کے اصول و مبادی سکھلاتے تھے، اگر کسی طالب کو سمجھ نہ آتا، تو ایسے طالب علم کی طرف رہنمائی فرماتے، جو آپ کے طرزِ تخریج سے واقف ہو۔ مولانا مقالہ عموما ناشتہ کے وقفہ میں دیکھتے تھے، اسی دوران تصحیح فرما کر طلبہ کے حوالے کر دیتے تھے۔ ان چیزوں کے ساتھ ساتھ طلبہ کے لباس اور وضع قطع کا بھی خصوصی خیال رکھتے تھے۔ کچھ ہم درس ساتھیوں کے مقالے پر آپ کا اشراف تھا، دوستوں نے کئی جوڑے کپڑے سلوائے اور کئی شیشی عطر خریدا تھا، تاکہ مولانا کے پاس جانے میں جھجک نہ ہو اور مولانا کی بھی ان چیزوں پر بھی نظر ہوتی تھی۔

مولانا جاہ و منصب سے بیزار تھے، کسی قسم کے عہدہ کے خواہاں نہ تھے، بلکہ ان چیزوں کو بڑی حقارت سے دیکھتے تھے، حیات مستعار میں نہ کسی عہدہ پر فائز ہوئے، نہ کسی منصب و مسند کو قبول فرمایا۔

مولانا عبید اللہ کو اپنی عربی دانی کا احساس تھا، دوران درس فرمایا کرتے تھے کہ میں ہندوستان میں بائی چانس پیدا ہوگیا ہوں۔ آپ کی عربی دانی پہ شیخ راشد حسن مبارکپوری کا گراں قدر تبصرہ ہے، اسے ایک مرتبہ ضرور پڑھنا چاہیے۔

مولانا عبید اللہ طیب مکی حدیث کے رمز شناس تھے، حدیثوں سے والہانہ لگاؤ تھا، تخریج حدیث میں آپ کو بڑی مہارت تھی، قیام مکہ کے زمانے میں آپ دوسرے طلبہ کی

تخریج کیا کرتے تھے، اوران اوصاف حمیدہ کو بطور تحدیث نعمت بیان کرتے تھے۔ آپ اپنی کلائی دکھا کر کہا کرتے تھے کہ اگران کو کاٹو گے، تو یہاں سے تخریج کا لہو ٹپکے گا۔ عالمیت اور فضیلت کے جتنے طلبہ تخریج احادیث کے عنوان پر مقالہ لکھتے تھے، ان میں اکثر مقالے آپ کے زیر اشراف ہوتے تھے۔

مولانا عبیداللہ ہردلعزیز خطیب تھے، انداز خطابت بڑا پسندیدہ تھا، آپ کے وعظ بڑے مؤثر ہوتے تھے، نا جانے کتنی آنکھیں اشکبار ہوجاتی اور کتنے دل مضطرب ہو جاتے تھے، کتنے لوگ اپنے کیے پرنادم ہوتے تھے۔ زبان و بیان میں ادبی چاشنی تھی، آپ کے آخری خطبہ کی تمہید یوں تھی دنیا میں جینے والا ہر آدمی، ان میں سے ہر ایک آدمی کی سوچ، اس کا اندازفکر، اس کا اندازمعیشت، اس کا انداز بودو باش، ایک دوسرے سے جداگانہ اورمختلف ہے۔ آپ کے لفظوں میں بلا کی روانی تھی، لفظوں کولڑی میں پرویا کرتے تھے، پیچیدہ باتوں کوبھی آسانی سے سمجھا لے جاتے تھے۔ کچھ تقریریں بڑی یادگار ہیں، جن میں سانحہ کربلا اور سراغ فطرت قابل ذکر ہے۔ مولانا کا اپنا انداز تھا، مولانا ہمیشہ سورہ ق کا دوسرا رکوع پڑھتے تھے۔ نماز جمعہ میں سورہ جمعہ و سورہ منافقون پڑھتے تھے۔ مولانا نے ۱۲؍ برس کی عمر میں خطبہ دینا شروع کیا تھا اور آخر عمر تک یہ گراں مایہ خدمت انجام دیتے رہے۔

خطبۂ جمعہ کے علاوہ بہت کم تقریریں کرتے، جلسوں میں خطاب نہ کے برابر کرتے تھے۔ شاذ ونادر ہی آپ جلسے کی رونق ہوتے لیکن جب خطاب فرماتے تو زبان کی ولولہ انگیزی دلوں کو مسحور اور اذہان کو مبہوت کر دیتی تھی۔ ایک تقریر آپ نے پریوا میں استاذ محترم مولانا محمد ابو القاسم فاروقی کی فرمائش پر کی تھی، ایک خطاب بنیاباغ میں فرمایا تھا، جس کا اشتہار پرانی الماریوں میں نظرنواز ہوا۔ آپ نے جلسوں میں اتنی ہی تقریریں کی ہیں، جنہیں انگلیوں پر گنا جا سکتا ہے۔

مولانا عبیداللہ طیب مکی رحمہ اللہ کا تحریری ذوق بھی بڑا عمدہ تھا، اردو، عربی اور فارسی تینوں زبانوں پر گہری دسترس تھی، لیکن افسوس کے آپ نے زیادہ کچھ لکھا نہیں۔ آپ کا یہ موقف تھا کہ جو کچھ لکھا جا چکا ہے، وہ بہت بڑا اور گرانقدر ذخیرہ ہے، چنانچہ پہلے اسے پڑھنا چاہیے، مزید کسی نئی چیز کے لکھنے کی ضرورت نہیں الا یہ کہ کوئی چیز بہت نادر ونایاب ہو۔ آپ کے ماجستیر کا رسالہ مسند ام سلمہ رضی اللہ عنہا نظر نواز ہوا، آپ کے مشرف علامہ سید سابق رحمۃ اللہ علیہ تھے، جن کی مشہور زمانہ تصنیف فقہ السنہ ہے، جو کہ مدارس اسلامیہ میں داخل نصاب ہے، محدث عصر علامہ ناصر الدین البانی رحمۃ اللہ علیہ نے مذکورہ کتاب کے احادیث کی تخریج کی ہے۔ اس کتاب کی ترتیب، تہذیب، تحقیق، تخریج، دراسۃ اورشرح آپ کی جولانی قلم کا مظہر ہے، رسالہ کم وبیش ایک ہزار صفحات پر مشتمل ہے، رسالہ کی ایک کاپی جامعہ سلفیہ کی سنٹرل لائبریری میں موجود ہے، حافظ محفوظ صاحب سلفی حفظہ اللہ کی نوازش تھی کہ رسالہ کی ورق گردانی اور مقدمہ وغیرہ پڑھنے کا موقع ملا۔

میرے ناقص علم کے مطابق آپ کی مطبوعہ تحریروں کی تعداد تین ہے، جن میں سے دو المنار میں لی ولکم اور التفکیر و

التعبیر کی سرخی کے ساتھ شائع ہوئی تھی۔اور ایک تحریر بساط بزم یاراں ڈائری فارغین جامعہ کی زینت بنی۔

مولانا کی زندگی کے دو حصے ہیں، پہلا حصہ حصول علم میں صرف ہوا، جبکہ دوسرا حصہ طلبہ کی علمی تشنگی بجھانے میں گزر گیا۔راقم کو آپ سے شرف تلمذ حاصل کرنے کا موقع نہ ملا، سال ۲۰۲۰ء کے وسط میں آپ بیمار ہوئے، بیماری کا حملہ بہت شدید تھا،اس سے پہلے آپ کو دومرتبہ اٹیک آچکا تھا،لیکن اس مرتبہ رو بہ صحت ہونے کی امید نہ تھی، چنانچہ علالت کے سبب سبکدوش ہوگئے اور اس کے بعد جامعہ کو الوداع کہہ دیا۔

اس کے بعد میدانتا دہلی میں کچھ دن علاج چلا، اور بفضلہٖ تعالیٰ آپ صحت یاب ہوگئے،اس کے بعد آپ نے کئی جمعہ بھی پڑھایا، حافظ عبد الرحمٰن سلفی کے نوزائیدہ کی دعوت عقیقہ میں شریک بھی ہوئے اس دسترخوان پر مولانا عبیداللہ کے ساتھ،ابوزین (مولانا کے ربیب) ،مولانا محمد یونس مدنی اور راقم الحروف موجود تھے۔شہر بنارس اور گرد و نواح کے علاقہ میں خطبائے جمعہ بھیجنے کی ذمہ داری مولانا محمد یونس مدنی حفظہ اللہ کی ہے،تو مولانا مکی نے فرمایا کہ اگر رمضان سے پہلے جمعہ پڑھانے لائق طبیعت رہی تو میں اتوار کو ہی اطلاع کر دوں گا،البتہ رمضان کا پہلا اور آخری جمعہ ان شاء اللہ میں پڑھاؤں گا۔کسے خبر تھی کہ مولانا چٹ پٹ رمضان سے پہلے ہی رخصت ہو جائیں گے،مولانا کو بخار لاحق ہوا، بخار کے دماغ پر چڑھنے کی شکایت ہوئی، دیگر امراض نے بھی سر اٹھایا،آپ کو اوریانہ ہسپتال میں بھرتی کیا گیا،آپ پانچ دن وہاں بھرتی رہے،لیکن صحت میں سدھار نہ ہوا، بلکہ حالات اور بے قابو ہوتے گئے، دہلی لے جانے کا ارادہ تھا،لیکن یہ ممکن نہ تھا، پھر کار ایمبولینس سے لکھنؤ کے میدانتا میں ایڈمٹ کیا گیا،لیکن قدرت کے فیصلوں کے سامنے سب ہیچ ہے، وقت موعود آچکا تھا، ۲۱/فروری ۲۰۲۴ء صبح ۷/بجے کے قریب آپ نے داعی اجل کو لبیک کہا۔انا للہ وانا الیہ راجعون

۲۱/فروری کو بعد نماز عشاء آپ کی نماز جنازہ طیب شاہ مسجد میں ادا کی گئی، ڈیڑھ ہزار افراد نے تقریباً شرکت فرمائی تھی،مولانا ضمیر احمد سلفی (مولانا کے ربیب) نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی،اوراپنے آبائی قبرستان سکرا باغ میں نم آنکھوں کے ساتھ سپرد خاک کیے گئے۔آپ کی محبوبیت اور مقبولیت کا یہ عالم تھا کہ بلا تفریق مسلک لوگوں نے شرکت کی،لوگوں نے عشاء سے پہلے دکانیں بند کرلیں،فضا میں عجیب مایوسی و بے قراری تھی۔اللہ مرحوم کو غریق رحمت کرے،ان کی علمی خدمات کو صدقۂ جاریہ بنائے۔آمین

☆☆☆

اخبار جامعہ

مولانا ابو صالح دل محمد سلفی

'ندوۃ الطلبہ' کے اراکین کا انتخاب جدید:

جامعہ سلفیہ (مرکزی دارالعلوم) بنارس میں ایک متحرک وفعال اور نشیط وسرگرم تنظیم 'ندوۃ الطلبہ' کے نام سے قائم ہے، جس کے تحت طلبہ جامعہ اپنے اساتذۂ کرام کے اشراف وصدارت میں تقریر وتحریر کی مشق کرتے ہیں۔ ہر سال تعلیمی سال کے شروع میں ندوۃ الطلبہ کے اراکین کا انتخاب عمل میں آتا ہے۔ اس سلسلہ کی ایک مجلس ۲؍مئی ۲۰۲۴ء بروز جمعرات بعد نماز عشاء جامعہ کی پرشکوہ وعالیشان مسجد میں زیر صدارت فضیلۃ الشیخ محمد مستقیم سلفی (شیخ الجامعہ) منعقد ہوئی، جس میں سال رواں (۲۰۲۴-۲۰۲۵ء) 'ندوۃ الطلبہ' کے جدید اراکین کا انتخاب عمل میں آیا۔ اراکین ندوۃ الطلبہ کی اس مجلس میں درج ذیل اساتذۂ کرام حفظہم اللہ شریک تھے۔

ڈاکٹر عبدالصبور ابوبکر مدنی صاحب حفظہ اللہ

ڈاکٹر عبدالحلیم بسم اللہ صاحب حفظہ اللہ

فضیلۃ الشیخ ابوصالح دل محمد سلفی صاحب حفظہ اللہ

فضیلۃ الشیخ خورشید عالم مدنی صاحب حفظہ اللہ

فضیلۃ الشیخ طاہر حسین سلفی صاحب حفظہ اللہ

فضیلۃ الشیخ اسرار احمد ندوی صاحب حفظہ اللہ

فضیلۃ الشیخ عبداللہ زبیر سلفی صاحب حفظہ اللہ

فضیلۃ الشیخ محمد مسلم مدنی صاحب حفظہ اللہ۔

ندوۃ الطلبہ کے منتخب شدہ جدید اراکین حسب ذیل ہیں:

سلمان ہاشم محمد ہاشم، ح۳	صدر
اصغر علی محمد مشتاق، ح۳	نائب صدر
اسامہ امین امین اللہ، ح۲	ناظم
فیاض الرحمٰن، ح۲	نائب ناظم

امین الخطابہ (عربی)

ابراہیم شہبندری، ش۲

محمد عبدالرزاق محمد عبدالقادر، ش۳

احمد خان عباد اللہ، ع۲

حمدان سکری، ع۱(ج)

حبیب الرحمٰن معین الحق، د/۱

حماد حشر الدین، ع۱(ج)

عبدالرب انصاری، ش۱

ضیاء الدین عبدالحمید، د/۱

امین الخطابہ (اردو)

عتیق الرحمٰن فضل الرحمٰن، ع۲

عبداللہ سعود دل محمد، ع۱

مرغوب الرحمٰن محبوب شیخ، ع۲

مشکور عالم محمد مرتضٰی، ع۲
محسن روشن عبدالنور، د۱
محمد ابراہیم محمد ایوب، ع۱
عباد الرحمٰن عبدالخیر، ح۱
نہال رضا، ع۱

مجلّہ المنار

اشفاق احمد ڈار، ش۳	مدیر
آصف محمد اسرائیل، ش۲	نائب مدیر
امین حیدر، ش۲	رکن
عطاء الرحمٰن محمد اسلام، د۲	رکن
عبداللہ انس، ش۱	رکن
ضماد حیدر جمشید، ع۲	رکن

برنامج اتقان:

فیضان یاسر حسین، ش۲	امین
محمد مرتضٰی مصطفٰی میاں، ش۲	نائب مدیر
عبدالرحمٰن نصیر پرویز، ش۲	رکن

دار الکتب:

ظفیر الدین شمس الدین، ح۳	امین
عارف فہیم الحق، د۳	نائب امین
صفی الرحمٰن عزیز الرحمٰن، ح۱	رکن
مرشد عالم، ش۳	رکن
محمد تراب علی، ح۲	رکن
حسن رفیق شیخ، ح۳	رکن
نور الزماں، ح۲	رکن
شمع دین، ش۳	رکن

شعیب بن ظہیر الدین، د۳	رکن
مسعود الرحمٰن، ش۱	رکن

دار الاخبار:

مصدق عالم، ش۲	امین
عمر فاروق، د۲	نائب امین
محمد راشد افسر، ح۲	رکن
عبداللہ ارشد، ع۲	رکن
خطیب جیلانی، ح۲	رکن عام

☆☆☆

باب الفتاویٰ

سوال: ایک حلال جانور نے حرام جانور کا دودھ ایک ماہ تک پیا تو کیا ایک ماہ تک حلال غذا کھلانے کے بعد اس جانور کی قربانی کی جاسکتی ہے نیز کتا اگر حلال جانور کو کاٹ لے تو اس کی قربانی کرسکتے ہیں؟

الجواب بعون اللہ الوھاب.

اس مسئلہ میں اصل یہ ہے کہ حلال جانور حرام خوراک کھانے سے حرام نہیں ہوتا جیسے مرغی گندگی کھالے تو اس کا گوشت حرام نہیں ہوتا ہے، ایک حدیث کے اندر ہے کہ نهى رسول اللّٰه ﷺ عن أكل الجلالة وألبانها. (سنن ابوداود:۳۷۸۵) رسول اللہ ﷺ نے نجاست خور جانور کے گوشت کھانے اور اس کا دودھ پینے سے منع کیا ہے۔

اس حدیث رسول ﷺ سے جلالہ (گندگی خور) کی قطعی حرمت ثابت نہیں ہوتی بلکہ اس کے استعمال سے اس وقت تک روکا گیا ہے جب تک اس گندی خوراک کی بدبو زائل نہ ہوجائے۔

عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ جلالہ مرغی کو تین دن بند رکھتے تھے (پھر اسے استعمال کرلیتے تھے)۔ یہ روایت ابن ابی شیبہ میں ہے، علامہ البانی رحمہ اللہ نے اس کی سند کو صحیح قرار دیا ہے۔ (دیکھئے ارواء الغلیل: ۱۵۱/۸)۔

علامہ شمس الحق عظیم آبادی عون المعبود شرح سنن ابی داود کے اندر اس روایت کی شرح میں تحریر فرماتے ہیں: "قال الخطابي: واختلف الناس في أكل لحوم الجلالة وألبانها، فكره ذلك أصحاب الرأي والشافعي وأحمد بن حنبل وقالوا: لا يؤكل حتى تحبس أياما وتعلف علفا غيرها فإذا طاب لحمها فلا بأس بأكله، وقد روي في حديث أن البقر تعلف أربعين يوما ثم يؤكل لحمها وقال ابن عمر: تحبس الدجاجة ثلاثة أيام ثم تذبح" (عون المعبود للعلامة شمس الحق العظيم آبادي).

امام خطابی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ نجاست خور جانور کے گوشت اور دودھ مکروہ ہے، لیکن اگر ان کو کچھ روز گندگی کھانے سے روک لیا جائے اور پاک غذا کھلائی جائے اور اس کے گوشت سے نجاست کا اثر زائل ہو جائے تو اس گوشت کے کھانے میں کوئی حرج نہیں۔ اور ایک حدیث کے اندر ہے کہ ایسی گائے کو چالیس روز صاف ستھری غذا کھلائی جائے پھر اس کا گوشت کھایا جائے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایسی مرغی کو تین دن نجاست سے بچا کر اسے استعمال کرتے تھے۔

واضح ہو کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایسا اس لئے کرتے تھے کہ اس مرغی کا پیٹ صاف ہو جائے اور گندگی کی بو اس گوشت سے زائل ہو جائے۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "والمعتبر في جواز أكل الجلالة زوال رائحة النجاسة عن تعلف بالشيء الطاهر على الصحيح". (فتح الباری: ۹/ ۵۶۵).

جلالہ کے کھانے کے لائق ہونے میں معتبر چیز نجاست وغیرہ کی بدبو کا زائل ہونا ہے یعنی بدبو زائل ہو جائے تو اس کا کھانا درست ہے۔

علامہ صنعانی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: "قيل بل الاعتبار بالرائحة والنتن" (سبل السلام: ۳/ ۷۷) جلالہ کے حلال ہونے میں بدبو کے زائل ہونے کا اعتبار کیا جاتا ہے۔

مذکورہ تفصیلات سے یہ بات سمجھ میں آرہی ہے کہ حلال جانور جس کی قربانی کی جاسکتی ہے اگر حرام جانور کا دودھ پی لے تو کچھ دنوں تک اسے گندگی اور اس کے دودھ پینے سے روک کر اور حلال غذا دے کر اس کی قربانی کی جا سکتی ہے اس لئے کہ اس دودھ کو پینے سے اس جانور کی حرمت ثابت نہیں ہوتی ہے۔

کتا اگر حلال جانور کو کاٹ لے تو اس کی قربانی کرنے میں کوئی ممانعت تو سمجھ میں نہیں آتی لیکن ایسا گوشت کھانا صحت کے لئے مضر ہے، اس لئے ایسے جانور کی قربانی کرنے اور اس کا گوشت کھانے سے احتیاط کرنا چاہئے، ہاں اگر طبی اعتبار سے اس بات کی تحقیق ہو جائے کہ اس کا گوشت زہریلا نہیں ہے تو اس کی قربانی کر کے اس کا گوشت بھی کھایا جاسکتا ہے۔

سوال: عشرۂ ذی الحجہ میں قربانی کرنے والے کو بال اور ناخن تراشنے سے کیوں منع کیا گیا ہے، اس میں کیا حکمت ہے؟ اور جو شخص قربانی کرنے پر قادر نہیں ہے تو وہ کیا ان ایام میں بال اور ناخن تراش سکتا ہے اور بال و ناخن نہ کاٹنے کا حکم سنت مؤکدہ ہے یا استحبابی ہے۔

الجواب بعون اللہ الوھاب.

صورت مسئولہ میں واضح ہو کہ ایک مسلم کے لئے ضروری ہے کہ وہ اللہ اور اللہ کے رسول کے اوامر کو بجالائے خواہ ان کی حکمت معلوم ہو یا نہ ہو اس لئے کہ عمل کا بدلہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی اطاعت سے متعلق ہے، حکمت اور علت کی معرفت سے متعلق نہیں ہے، اس لئے مومن کو چاہئے کہ وہ اللہ کے حکم کو بجالائے بس یہی اس کے لئے کافی ہے۔ ارشاد ربانی ہے: وما كان لمؤمن ولا مؤمنة إذا قضى الله ورسوله أمرا أن يكون لهم الخيرة من أمرهم. (الاحزاب: ۳۶) اور دیکھو کسی مومن مرد و عورت کو اللہ اور اس کے رسول کے فیصلہ کے بعد اپنے کسی امر کا کوئی اختیار باقی نہیں رہتا۔ آیت کریمہ کا واضح مفہوم یہ ہے کہ ہمیں ہر حال میں اللہ اور اس کے رسول کے فیصلے کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا ہے۔

علماء نے اس کی دو حکمتوں کا ذکر فرمایا ہے:

۱- یہ کہ وہ اپنے کامل جسم کے ساتھ باقی رہے تا کہ اس کو مکمل طور پر جہنم سے آزادی ملے۔

۲- تا کہ وہ حاجیوں کے مشابہ ہو۔ حاجی احرام کی

حالت میں اپنے ناخن وبال نہیں کاٹتے ہیں۔

حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: إذا دخلت العشر وأراد أحدكم أن يضحي فلا يمس من شعره وبشره شيئا. (مسلم: ۱۹۷۷). یعنی جب ذی الحجہ کا پہلا عشرہ داخل ہو اور تم میں سے کسی کا ارادہ قربانی کرنے کا ہو تو وہ اپنے بال اور کھال میں سے کسی کو ہاتھ نہ لگائے۔

ایک اور روایت میں ہے کہ: فلا يأخذن شعرا ولا يقلمن ظفرا. (مسلم: ۱۹۷۷). یعنی وہ نہ بال کاٹے اور نہ ناخن تراشے۔

ایک اور روایت کے الفاظ کچھ اس طرح ہیں: إذا رأيتم هلال ذي الحجة وأراد أحدكم أن يضحي فليمسك عن شعره وأظفاره. (مسلم: ۱۹۷۷). یعنی جس نے ذی الحجہ کا چاند دیکھا اور اس کا ارادہ قربانی کرنے کا ہو تو وہ اپنے بال اور ناخن نہ کاٹے۔

اس حدیث کی روشنی میں یہ کہنا حق بجانب ہے کہ یہاں نہی تحریم کے لئے ہے لہٰذا بال اور ناخن کاٹنے سے اجتناب کرنا چاہئے۔ یہی مسلک امام احمد، اسحاق، سعید ابن المسیب، ربیعہ اور بعض شافعیہ وحنابلہ وغیرہ کا ہے اور یہی راجح ہے۔

مذکورہ حدیث سے ایک بات یہ بھی سمجھ میں آرہی ہے کہ یہ حکم صرف اس کے لئے ہے جو قربانی کرنے کا ارادہ رکھتا ہو، جو قربانی کرنے کا ارادہ نہ رکھتا ہو یا اس کے پاس استطاعت نہیں ہے تو وہ بال اور ناخن عشرہ ذی الحجہ کے اندر کٹوا سکتا ہے، لیکن ایسے لوگوں کے لئے بھی بال، ناخن وغیرہ نہ کٹوانا افضل ہے۔

هذا ما عندي والله اعلم بالصواب

ابوعفان نور الہدیٰ عین الحق سلفی

☆☆☆

حاجتیں پوری کرنے کی فضیلت

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے روایت ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مسلمان مسلمان کا بھائی ہے، نہ اس پر ظلم کرتا، نہ اس کی مدد چھوڑتا ہے، جو اپنے (مسلمان) بھائی کی حاجت پوری کرنے میں لگا ہو، اللہ اس کی حاجت پوری فرمانے میں لگا ہوتا ہے اور جو کسی مسلمان کی پریشانی دور کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس کی وجہ سے اس کی قیامت کی پریشانیوں میں سے کوئی بڑی پریشانی دور فرما دے گا اور جس نے کسی مسلمان کی پردہ پوشی کی، اللہ تعالیٰ قیامت والے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا۔

(متفق علیہ)

PRINTED BOOK

ISSN 2394-0212

May & June 2024

Vol.XL1 No.5-6

R.No. 40352/81

MOHADDIS

THE ISLAMIC CULTURAL & LITERARY MONTHLY MAGAZINE

Website: www.mohaddis.org

Published by: Obaidullah Nasir, on behalf of Darut-Taleef Wat-Tarjama

B.18/1-G, Reori Talab, Varanasi, Edited by: Mohammad Ayoob Salafi

Printed at Salafia Press, Varanasi.